(قال النبی صلے اللہ علیہ و آلہ)

محاشُ نساءِ امتی علی رجال امتی حرام

"میری امت کی عورتوں کا مبرز میری امت کے مردوں پر حرام ہے"

انتصار

در بیان

حرمت ادبار

مصنفہ

عالیجناب قدوۃ الفقہاء الاطیاب الحبر العلام حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام

سرکار مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ مجتہد

(گوپال پوری دامت برکاتہ)

باہتمام

دائرہ تحقیق کجھوا

در مطبع اصلاح کجھوا طبع گردید

قیمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدک اللّٰھم علی ما وفقتنا لتھذیب مدارک شرائعک
ببدائع الافکار + ولاحیاء مراسم قوانینک ولتنقیح مسالک
الانتصار + ولمحق بواطل اللئام و طعنات اولی الشنان والشنار ×
وعلی ما اخترتنا دعاۃً الی معالم دینک بالموعظۃ الحسنۃ من
التبشیر والانذار × وحماۃً لمراشد مناھجک بطعن الرماح
وضرب السیف البتّار × وعلی ما صُنت عبادک المکرمین
حُبًّا وکرامۃً عن الاقذار والادبار والادبار × وخلیت سُبُل
اعدائک عبدۃ صنمی قریش سُخطًا وبغضۃً الی دارالبوار
والقیت حبالھم علی غواربھم حتی توغّلوا بانواع المعاصی
والذنوب الکبار × وتورّطوا فی مقام صنوف الفواحش و
ورطات الھلاک والتبار × فاستحقوا بھا صغارًا فی الدنیا
ونکالًا فی الاٰخرۃ وبئس القرار × ونصلی ونسلم علی اشرف بریّتک
وصفوۃ انبیائک محمد المختار × وعلی اخیہ وصھرہ ووصیہ وابن
عمہ ضرغام الھیجاء اسد اللہ الغالب مولانا الکرار وصاحب ذی الفقار ×
واٰلہ الائمۃ بالحق وھداۃ الخلق والولاۃ الابرار + الطیبین
الطاھرین الاخیار × **امّا بعد** :- واضح ہو کہ مولانا سید مرتضیٰ علم الہدیٰ
علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب انتصار سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ وطی دبر زوجہ

دشمن کے زمانہ سے میدان جدال مذہبی کا ایک ہتھیار قرار دیا گیا ہے۔ اور
بعض حنفی سلک اپنی لاعلمی کی وجہ سے فتوائے حرمت کو اپنے مذہب کے
مخصوصات سے سمجھ کر بنظر طعن و تشنیع فتوائے حلیت و جواز کو شیعوں
کی طرف منسوب کرتے رہے۔ اور اپنے علماء کرام کی طرف سے ہم نے
اس موضوع میں ابھی تک کوئی ایسی تحریر نہیں دیکھی جس میں امر واقعی کی
تحقیق کی غرض سے کماحقہ توجہ سے کام لیا گیا ہو۔ اور غالباً سبب اس
کا یہ ہوا کہ علماء کرام رضوان اللہ علیہم نے خنفیوں میں حرمت کو مشہور پایا
لیکن یہ امر اُن تک پہونچ نہ سکا کہ اولاً یہ فتوائے حرمت ہی پا بر ہوا ہے۔
دوسرے یہ بے بنیاد شہرت معصوم کے زمانہ سے بہت بعد یعنی چوتھی صدی میں
حاصل ہوئی ہے بلکہ صاحب حدائق رہ حدائق جلد اول ذکر جنابت مقام
دوم میں لکھ رہے ہیں کہ مذاہب اربعہ کی شہرت چھٹیں صدی کے قرب میں
ہوئی ہے۔ اس شہرت کے تاخر سے بےخبر رہنے کی وجہ سے وہ لوگ شہرت
حرمت بین الحنفیہ کو مسلمات سے سمجھ کر اپنی اُن حدیثوں کو جو حرمت کے
متعلق ہیں تقیہ پر محمول کرتے آئے۔ اگر اُن کو معلوم ہو جاتا کہ فتوائے حرمت
بے اصل اور شہرت حرمت متاخر ہے تو تقیہ پر محمول نہ کرتے کیونکہ یہ کھلی
ہوئی بات ہے کہ متاخر زمانہ میں شہرت کا حاصل ہونا معصوم کے تقیہ کا
سبب نہیں ہو سکتا تاکہ حرمت کی حدیثیں تقیہ پر محمول کیجا سکیں۔ معصوم
کے خیال پر اثر ڈال سکتی تھی تو صرف وہ شہرت جو بیان حدیث کے زمانہ
میں حاصل رہی ہو۔ ابوحنیفہ صاحب کے پیرو اُن کی ثناخوانی میں جو کچھ
رطب اللسانی کریں۔ لیکن لیلےٰ کی صحیح حالت اُسی شخص سے معلوم
ہوسکتی ہے جو اُس کو مجنون کی نگاہوں سے نہ دیکھتا ہو کیونکہ عین الرضا
عن کل عیب کلیلۃ دپسندیدگی کی نگاہوں سے عیب دکھائی نہیں دیتا،

بعض ثنا خوانوں نے تو یہاں تک لکھدیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ان کے مرنے کے بعد بھی پانچ سات سال تک ان کی قبر پر بیٹھ کر ان سے تحصیل علم کیا۔ ہم گمان نہیں کرتے کہ کوئی سلیم العقل مسلمان انبیاء علیہم السلام کے حق میں ایسی توہین پر راضی ہو۔ انتقال کے بعد درس نہ دیں تو حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ اور درس دیں تو ابو حنیفہ صاحب۔ اگر مرنے کے بعد بھی درس دینے کی ان میں قابلیت ہوتی تو ان کی قبر بعوض اس کے کہ وحوش وطیور کا مسکن بنگئی قیامت تک کے لئے حنفی مسلک کی یونیورسٹی بنجاتی ایک طرف ایک صاحب حضرت خضرؑ کے استفادہ کو لکھ رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ان کے امام غزالی منخول میں لکھ رہے ہیں کہ ابو حنیفہ مخرب دین رسولؐ اللہ تھے۔ اور موید اس کی بقول شبلی صاحب کے کل مورخوں اور کل محدثوں کی تحریر ہے کہ اپنے (قیاسی) اجتہاد کے ابتدائی زمانہ میں ابو حنیفہ صاحب نے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ "حضرت سرور عالم کی قبر کو کھود رہا ہوں" اور ظاہر ہے کہ عام مسلمانوں کی قبر کو کھودنا ان کی توہین ہے چہ جائیکہ حضرت رسولؐ کی قبر کو کھودنا۔ حضرت نے ان کے ابتدائے اجتہاد میں خواب دکھا کر ان کو تنبیہ کر دیا لیکن ریاست اور حکومت کی ہوس میں یہ باز نہ آئے۔ علم قرآن وحدیث سے بے بہرہ تھے اجتہاد کا دار ومدار قیاس پر تھا جس سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کو منع کیا لیکن نہ مانے (حیواۃ الحیوان دمیری ودراسات اللبیب بحوالہ لواقح الانوار امام شعرانی)۔ بہرحال شبلی صاحب کی مفصل تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ صاحب سنہ ۱۲۰ھ تک جبکہ چہل سالہ تھے کوئی درسگاہ نہیں رکھتے تھے۔ اس کے بعد جبکہ ان کے استاد حماد مر چکے مسند اجتہاد پر بیٹھے اور تدریس میں مشغول ہوئے۔ سنہ ۱۲۸ھ میں یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے زورزانہ

ان پر دس کوڑے لگوانا شروع کیا جس کی وجہ سے یہ بھاگ کر مکہ چلے گئے ۱۳۶ھ
کے بعد خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں کوفہ واپس آئے۔ چونکہ یہ عباسیوں
کی خلافت سے راضی نہ تھے اس لئے جب جناب ابراہیم نے منصور پر چڑھائی
کی تو یہ مخفی طور پر ان کی موافقت کرتے رہے۔ لیکن ظاہر بظاہر انکے ساتھ
شریک جنگ ہونے سے (تقیہ کیا اور) کنارہ کش رہے[۱] (منصور کو اس
کی خبر ملگئی اور ۱۴۵ھ تک جو جناب ابراہیم کی شہادت کا سال ہے دس
سال ابو حنیفہ صاحب نے تقیہ اور امید و بیم میں زندگی بسر کی) جناب براہیم
کی شہادت کے بعد ۱۴۶ھ میں منصور جناب ابراہیم کے طرفداروں کی فکر
میں پڑا جنمیں ابو حنیفہ صاحب بھی تھے۔ (چونکہ یہ ظاہر بظاہر جناب براہیم
کے شریک نہ تھے اس لئے منصور نے بھی ان کو علانیہ قتل کرنا پسند نہ کیا
اور بحیلہ قتل کرنیکا ارادہ کر کے قضاوت کے بہانہ سے) ان کو بغداد بلا بھیجا
اور عہدہ قضاوت کو ان پر پیش کیا (لیکن یہ بھی چونکہ اُس کے ارادونسے
بے خبر نہ تھے) منصب قضاوت سے انکار کیا اور کہا کہ چونکہ میں عربی النسل
نہیں ہوں اس لئے اہل عرب کو میری حکومت ناگوار ہو گی"۔ شبلی صاحب
لکھتے ہیں کہ یہ عذر اُن کا بالکل بجا تھا"۔ (اس عذر سے معلوم ہوتا ہے کہ
۱۴۶ھ تک عرب ان کے مقلد اور زیر اثر نہ تھے ورنہ جناب ابراہیم کو بھی
ان سے بہت کچھ مدد ملتی اور ان کو بھی بر خلاف مذہب سنن تقیہ کرنے کی
نوبت نہ آتی) آخر کار منصور نے ان کو قید کرا دیا اور چار سال مقید رکھ کر

---

[۱] نامروا تشوران کے خط کی جس کو شبلی نے ذکر کیا ہے ایک تو صحت ثابت نہیں ہے
دوسرے حمایت دین اور رفع بدعت میں امانتوں کو عذر قرار دینا عذر بارد ہے وقت وسیع
تھا امانتوں کو صاحبان مال تک پہونچا دیتے یا کسی معتمد کے سپرد کر دیتے۔ ۱۲ منہ

سنہ ۱۵۰ھ میں زہر دلوا کر ختم کرا دیا" اسی وجہ سے ان کو فقہ میں کوئی کتاب لکھنے کی نوبت نہ آئی اگرچہ خود شبلی صاحب نے اور بقول اُن کے دوسروں نے بھی ابو حنیفہ صاحب کے بیان فضائل میں بہت کچھ مبالغہ کیا ہے۔ لیکن صحیح اسیقدر ہے جسکو ہم نے لکھا ان کے مذہب کو ان کے بعد کسی قدر ابو یوسف نے سنہ ۱۷۱ھ کے بعد رواج دیا ورنہ یہ خود گمنام تھے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو ابو حنیفہ کا کوئی نام بھی نہ لیتا۔ (تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صـ ۳۶۶ ذکر ابو یوسف) شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ چوتھی صدی کے پہلے لوگ کسی خاص شخص کی تقلید نہیں کرتے تھے = اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ چاروں مذہب چوتھی صدی میں قائم ہوئے نتیجۃ الکلام یہ کہ ان کو آخر عمر تک نہ تو چین سے زندگی بسر کرنا نصیب ہوئی اور نہ ریاست و حکومت حاصل ہوئی۔ نہ قاضی ہوئے نہ مفتی نہ عرب ان کے مقلد تھے نہ مرید اور زیر اثر۔ بلکہ ابتدائے زمانہ اجتہاد سے آخر عمر تک کچھ زمانہ فراری سفروں میں زندگی بسر کی اور کچھ زمانہ تقیہ میں اور کچھ قید خانہ میں علاوہ اس کے سنہ ۱۳۰ھ تک ان کے استادِ فقہ اور مفتی اور صاحب حکومت محمد بن منکدر زندہ رہے جو وطی دبر پر خود عامل تھے اور ان کے قید کے زمانہ یعنی سنہ ۱۴۵ھ تک حجاج بن ارطاۃ کوفی قاضی و فقیہ کوفہ جیتے رہے جو وطی دبر کو جائز جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں ان کا کوئی فتویٰ کتابوں میں پایا نہیں جاتا۔ اور ان کے بعد صاحب فتویٰ و حکومت و ریاست مذہبی عبد اللہ بن مبارک رہے اور یحییٰ بن اکثم وغیرہ جو اس سے بدتر یعنی عمل قومِ لوط میں مبتلا تھے پس ایسی صورت میں معصوم کے زمانہ میں شہرتِ حرمت کی اشتہرت سرٰبّ شُہْرَۃٍ لَا اَصْلَ لَہَا کی مصداق ہے۔ اور زمانہ مابعد میں ان کے مقلدوں میں حرمت کی شہرت کی بنا پر معصوم کے کلام کو تقیہ پر

پر محمول کرنا بالکل بے معنی ہے اگرچہ ان حضرات نے اس مسئلہ کو عملاً حرمت ہی کی
حد کے اندر رکھا ہے اور فتوائے کراہت کو بھی لفظ مغلظہ اور شدیدہ سے
مقید کیا ہے جو حرمت کے قریب قریب ہے لیکن ہم فتوائے حرمت سے
کمتر کو استقامت سے ہٹا ہوا سمجھتے ہیں اور ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ
وطی دبر زوجہ حرام ہے اور بہت سے علمار جلیل القدر اس خیال میں ہمارے
موافق ہیں چونکہ ہم نے اس تحریر میں چند نفر اجلۂ علمار کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کی مفصل اور پر زور تحریروں کے مقابل میں معرکہ آرائی کی ہے اور
اُن علمار کرام کی کتابوں میں جو اس مسئلہ میں ہمارے ہمخیال ہیں سوائے
اجمالی فتوائے حرمت کے کوئی ایسی تحریر ہم کو نہیں ملی جو کچھ بھی ہماری معین
ہوتی اسلئے ہمارا قلب کسی قدر ہراساں ضرور ہے لیکن نہ اس وجہ سے کہ
معاذ اللہ ہم امر باطل کے حامی ہیں یا ہماری دلیلیں کمزور ہیں بلکہ اس وجہ سے
کہ ہم تن تنہا ایسی جماعت سے نبرد آزما ہوئے ہیں جن کی سطوت بہت سے
قلوب کو مرعوب اور ان کی عظمت اکثر دلوں کو گرویدہ کئے ہوئے ہے مبادا
کوئی سخن ناشناس بدوں غور و تامل ہم کو مورد طعن بنادے ہاں اگرچہ
ڈھارس ہے تو ان علمار اعلام اور فضلار کرام سے جو نا انصافی اور محاکمہ میں عجلت کے
خوگر نہیں ہیں اور تائید حق انکی شان کا اقتضا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حضرات علمار
اعلام ادام اللہ تعالےٰ ایامہم اس ناچیز تحریر کو ملاحظہ فرما کر اپنے منصفانہ محاکمہ سے
ہم کو ضرور مطلع فرمائیں گے اور بشرط موافقت اس مسئلہ میں ہماری تحریری
اعانت بھی فرمائینگے تاکہ مخالفوں کے ناجائز حملوں کے خدشوں سے مؤمنین کے
اذہان خالی ہوجائیں۔ والسلام

(ناچیز) راحت حسین

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ وطی دبر زوجہ کا تذکرہ کبھی کبھی غیروں سے سنکر طبیعت پر گراں گذراہی لیکن چونکہ شرعی چیز ہے اس لئے مجبوراً سکوت کرنا پڑا امید ہے کہ اس مسئلہ میں فریقین کے خیالات کو بقدر حاجت دلیلوں کے ساتھ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام

ناچیز
علی جواد

جواب

بسمہ وسبحانہ تعالےٰ۔ مسئلہ مذکورہ میں دونوں فریق کے علماء میں اختلاف ہے علماء شیعہ متقدمین ومتاخرین میں سے علماء قم کل کے کل اس کو حرام جانتے تھے جن میں سے ایک صدوق علیہ الرحمہ بھی ہیں اور علماء غیر قم میں سے ایک جماعت جن میں سے ابن حمزہ اور شیخ ابوالفتوح رازی اور راوندی اور سید ابوالمکارم اور صاحب کشف الرموز وغیرہ ہیں۔ اور متاخری المتاخرین میں سے کچھ لوگ جنمیں سے ایک فاضل شریف علیہ الرحمہ ہیں جنھوں نے فرمایا کہ اس کی حرمت کو ہم نے ان بزرگ سے سنا جن کا کلام حجت ہے۔ (یعنی حضرت آخرالزمان علیہ السلام سے) اور کچھ لوگوں نے باحتیاط وجوبی اس سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور علماء متقدمین میں سے صرف تین بزرگ اور متاخرین میں سے ایک جماعت اپنی پیش نظر دلیلوں کی وجہ سے اگرچہ بلحاظ فتوا کے کراہت شدیدہ کے قائل ہو گئے ہیں جو حرام کے قریب قریب ہے

لیکن بلحاظ عمل کے اس کو حرمت ہی کی حد کے اندر رکھا ہے۔ بغیر کراہت کے جواز کا قائل شیعوں میں غالباً نہ پہلے کوئی تھا نہ اس وقت ہے۔

اور علماء اہلسنت میں سے فتوائے حرمت کی نسبت اُن کے امام ابو حنیفہ اور اُن کے دونوں شاگرد یعنی قاضی ابو یوسف اور محمد کی طرف دی گئی ہے لیکن ہم آئندہ بیان کریں گے کہ کتب اہلسنت میں کوئی فتویٰ ان کا حرمت کے متعلق پایا نہیں جاتا اسلئے حنفیوں کا فتوائے حرمت کو اپنی جماعت کی طرف منسوب کرنا غلط ہے جس کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں ہے چونکہ اسی غلط شہرت نے ہمارے ایک جماعت علماء کو اس امر پر مجبور کیا ہے کہ وہ حرمت کی حدیثوں کو تقیہ پر محمول کرنے لگے۔ اسلئے اس شہرت کی حقیقت کو واضح کر دینا ضرور ہے اگرچہ تقیہ پر محمول کرنے کا اقتضا یہ تھا کہ یہ حدیثیں اک دم چھوڑ دیجاتیں لیکن ایک تو ان حدیثوں کے اعتبار اور کثرت کی وجہ سے اور دوسرے غالباً شہرت مذکورہ پر یقین نہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ بعض عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان حضرات نے جمع کو بہتر سمجھا اور ان حدیثوں کو اک دم چھوڑنا پسند نہ کیا اور بجائے حکم حرمت وطی در زوجہ کے کراہت شدیدہ کے قائل ہو گئے واضح ہو کہ سوا احمد بن حنبل اور ان تین کے جن کی طرف فتوائے حرمت کی نسبت دی گئی ہے حرمت کا قائل کوئی دوسرا مجتہد ان میں پایا نہیں جاتا بلکہ زیادہ تر دیں صحابہ اور تابعین اور علماء اہلسنت کی ایسی پائی جا رہی ہیں جو علاوہ جائز اور مباح جاننے کے اس پر عمل بھی کرتی تھیں۔ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو لازم ہے کہ اس مذکورہ مضمون کو آخر کتاب تک پیش نظر رکھیں۔

جائز جاننے والوں کی مختصر فہرست :۔ پہلے وہ صحابی جنکے فعل سے لوگوں نے نفرت کی (در منثور) دوسرے وہ صحابی جو اس فعل میں مبتلا ہو کر مغموم و

محزون ہوئے (درمنثور) تیسرے ۳ وہ صحابی جن کی عورت حضرت سرور عالم کے
پاس اسی فعل کی شکایت لے کر آئی (درمنثور جلد ا تفسیر سورۂ بقر) چوتھے ۴ خلیفہ
دوم عمر بن خطاب (صحیح ترمذی ص ۴۲۴ و تیسیر الوصول ص ۵۵) پانچویں ۵
مشہور محدث عبداللہ بن عمر صحابی۔ چھٹیں ۶ ان کا غلام نافع۔ آئندہ جلت
کی حدیثوں سے معلوم ہو گا کہ یہ دونوں صاحب جائز جانتے تھے اور جواز کی
اشاعت میں کوشاں تھے۔ ساتویں ۷ عبداللہ مذکور کے شاگرد عبداللہ بن
عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہیں ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ سے وطی دبر
کا مسئلہ پوچھا گیا تو جواب دیا کہ آج شب کو ہم نے اپنی ایک لونڈی سے
اسی فعل کو کرنا چاہا جب دخول دشوار ہوا تو تیل سے مدد لی (تفسیر درمنثور علامہ
سیوطی جلد ا ص ۲۶۶ چھاپہ مصر) ابن ابی ملیکہ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس
کے شاگرد اور علامہ ابن جریج اور لیث بن سعد وغیرہ کے استاد اور صحیح
بخاری اور صحیح مسلم کے معتبر راوی ہیں اور ۱۱۷ھ میں مرے۔ (کتاب الجمع
بین رجال الصحیحین جلد ا ص ۲۵۵ چھاپہ دکن) آٹھویں ۸ محمد بن منکدر تیمی ہیں
زید بن اسلم کہتے ہیں کہ محمد بن منکدر وطی دبر کیا کرتے تھے (درمنثور بحوالہ بالا)
محمد بن منکدر جابر انصاری اور انس وغیرہ صحابہ کے شاگرد اور ابو حنیفہ کے
استاد فقہ اور مالک اور شعبہ اور سفیان ثوری اور ابن عیینہ وغیرہ کے
استاد حدیث تھے اور ۱۳۰ھ میں مرے (تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۶۳
ذکر ابو حنیفہ نعمان و کتاب الجمع جلد ۲ ص ۴۶۹ ذکر محمد بن منکدر) نویں ۹ ابن
منکدر کے شاگرد اور امام ائمۂ اہلسنت مالک بن انس ہیں ان کے شاگرد
عبداللہ بن وہب اور امام محمد کے شاگرد ابو سلیمان جوزجانی کہتے ہیں
کہ میں نے امام مالک سے وطی دبر کا مسئلہ پوچھا تو انھوں نے جواب دیا
کہ میں نے ابھی اسی فعل سے غسل کیا ہے (تفسیر درمنثور جلد او عینی شرح

بخاری کتاب التفسیر) امام مالک کی بزرگی اور جلالت قدر محتاج بیان نہیں ہے۔ صاحب بخاری و مسلم کے استاد حدیث یعنی عبداللہ بن مبارک اور ہارون رشید اور مامون رشید اور محمد امین لپسران ہارون رشید سب ان کے شاگرد تھے اور یہ ۱۷۹ھ میں مرے (کتاب الجمع جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ و تاریخ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۲۴۵)

دسویں امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد قاضی عبداللہ بن مبارک حنفی ہیں امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی ذات کو دوسروں کے لئے مباح کر رکھا تھا (محاضرات) عبداللہ بن مبارک کے علوم اور جلالت قدر اور فضائل بے پایاں تھے صحابہ میں اور ان میں اگر کچھ فرق تھا تو صرف اس قدر کہ صحابہ شرف زیارت و صحبت حضرت رسولخدا سے بہرہ مند تھے اور لڑائیوں میں حضرت کے ساتھ رہے اور ابن مبارک ان فیوض سے محروم تھے۔ (فوائد بہیہ مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی صفحہ ۱۰۳) ابن مبارک ۱۸۱ھ میں مرے) گیارہویں امام مالک کے دوسرے شاگرد محمد بن ادریس یعنی امام شافعی ہیں بروایت طحاوی و حاکم و خطیب محمد بن عبداللہ نے بیان کیا کہ امام شافعی سے وطی دبر کا مسئلہ پوچھا گیا تو جواب دیا کہ اس کی حلت و حرمت میں کوئی صحیح حدیث حضرت رسول خدا سے نہیں پہونچی ہے اور از روئے قیاس حلال ہے (درمنثور جلد ۱ و عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۹۴) امام شافعی کی بزرگی اور جلالت قدر محتاج بیان نہیں ہے شافعی ۲۰۴ھ میں مرے۔ بارہویں عبداللہ بن مبارک کے شاگرد قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم حنفی ہیں جو اس سے بدتر یعنی عمل قوم لوط میں مبتلا تھے فاعلاً و مفعولاً (تاریخ بغداد از خطیب و روضۃ المناظر ابن شحنہ و محاضرات ابن راغب) یحییٰ بن اکثم اعلم علمائے اہلسنت اور عبداللہ بن مبارک کے شاگرد اور صاحب بخاری و ترمذی کے استاد حدیث تھے۔ مامون رشید کے علمی فضل و کمال پر ان کے سوا کوئی دوسرا غالب نہیں آیا یہ ۲۴۲ھ میں مرے

(فوائد بہیہ مولوی عبدالحی صاحب) تیرہویں[۱۳] عبداللہ بن علی بن سائب مطلبی ہیں جو امام
شافعی کے ہم جد اور مفتی قریش تھے۔ صاحب بخاری و مسلم کے استادِ حدیث
یعنی محمد بن کعب قرظی سے کسی نے وطی دبر کا مسئلہ پوچھا تو انھوں نے عبداللہ بن
علی بن سائب کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ شیخ قریش ہیں ان سے پوچھو تو انھوں
نے جواب دیا کہ اگرچہ حلال ہے لیکن یہ فعل گندہ اور ناپسندیدہ ہے (در منثور)
چودھویں[۱۴] قاضی یحییٰ نورالدین عالم متبحر اور مدرس کامل اور مفتی ہیں یہ عمل قوم
لوط میں مبتلا تھے (عقد منظوم برحاشیہ تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۰۳) پندرہویں[۱۵]
محمد امین پسر ہارون رشید ہیں یہ اپنے غلاموں سے لواطہ کیا کرتے تھے اور عورتوں
سے کنارہ کش ہو گئے تھے (تاریخ الخلفاء ذکر محمد امین) محمد امین خلیفۃ المسلمین اور
محدث اور امام مالک کے شاگرد تھے اور ۱۹۸ھ میں مرے۔ سولہویں[۱۶] حجاج
بن ارطاۃ ہیں۔ طحاوی کہتے ہیں کہ حجاج بن ارطاۃ وطی دبر کو جائز جانتے تھے
(تذکرہ) حجاج بن ارطاۃ کوفی قاضی فقیہ معاصر ابوحنیفہ ۱۴۵ھ میں مرے۔
(تقریب التہذیب) بحالت تعجیل ہم نے اتنے ہی ناموں کو ذکر کرنا کافی سمجھا۔
واضح ہو کہ قوم لوط کے ہمخیال لوگوں کو ہم نے اس فہرست میں اس وجہ
سے داخل کیا ہے کہ ان لوگوں کی جلالت قدر اس امر کو تسلیم کرنے سے روکتی
ہے کہ یہ لوگ اس فعل کو حرام جان کر کرتے رہے ہوں۔ اور صاحب رائے
و فتوے اپنی تحقیق کا پابند ہے۔ ممکن ہے کہ اس عمل کی حرمت کی دلیلیں
ان لوگوں کے نزدیک ناکافی ثابت ہوئی ہوں۔ پس جبکہ یہ لوگ اس عمل کو
مردوں کے ساتھ جائز جانتے تھے تو چاہیئے کہ بی بیوں کے ساتھ بدرجہ اولیٰ جائز
جانتے ہوں۔ عنایہ شرح ہدایہ اور حاشیہ شرح وقایہ سے بصراحت معلوم
ہوتا ہے کہ مردوں کے ساتھ لواطہ کو جائز جاننے والے مجتہد بھی اہلسنت میں
گذرے ہیں یہ عبارتیں آئندہ مذکور ہونگی۔ ممکن ہے کہ یہ فتویٰ محمد امین اور اسکے

ہم عمل خلفاء کی خوشامد میں جاری کیا گیا ہو جیسے قاضی القضاۃ ابو یوسف نے باپ کی مدخولہ کی اباحت کا فتویٰ ہارون رشید کے لئے جاری کیا تھا (تاریخ الخلفاء) عنایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو یوسف سے قبل کے کچھ علماء بھی غلام سے لواطہ کرنے کو جائز جانتے تھے۔

قائلین جواز بطور عموم کے

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ مَا اَدْرَکْتُ اَحَدًا اَقْتَدِیْ بِہٖ فِیْ دِیْنِیْ یَشُکُّ فِیْہِ اَنَّہٗ حَلَالٌ یَعْنِیْ وَطْیَ الْمَرْأَۃِ فِیْ دُبُرِھَا[1] یعنی دینی امور میں جن بزرگان دین کی ہم پیروی کرتے ہیں اُن میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا جو عورت کے ساتھ وطی دبر کے حلال ہونے میں شک رکھتا ہو ثُمَّ قَرَءَ اٰیَۃَ حَرْثٌ لَّکُمْ وَقَالَ اَیُّ دَلِیْلٍ اَظْھَرُ مِنْ

---

[1] واضح ہو کہ امام ذہبی کی کتاب دول الاسلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک نے اپنے سن بلوغ یعنی پندرہ سالگی ۱۰۹ھ سے آخر عمر ۱۷۹ھ تک ۱۹۲ صحابی اور تابعین اور اجلہ علماء کی مدنی کوفی بصری وغیرہ کا زمانہ پایا ہے جنمیں تینتیس ۳۳ فقہاء و محدثین و قضاۃ کوفہ تھے منجملہ ان ۳۳ کے ۵ زمانہ ابتداء اجتہاد ابو حنیفہ سے پہلے اور ۱۹ اُن کے ہمعصر اور ۹ اُنکے بعد پس تصریح مالک کے بناء پر جواز وطی دبر کے قائل ۱۹۳ بزرگان دین اہلسنت ہوئے جن کا زمانہ مالک نے پایا ہے جنمیں ۳۳ کوفی بھی داخل ہیں علاوہ اُن کے جو مالک کے قبل اور بعد ہوئے اور چونکہ ابو حنیفہ امام مالک سے ۱۳ تیرہ برس پہلے مرے ہیں اور کسی معتبر کتاب میں انکا فتوائے حرمت پایا نہیں جاتا اور فقہاء کوفہ میں سے انکے ہمعصر ۱۹ نفر کا بنا بر تصریح امام مالک کے قائل بجواز ہونا ثابت ہو رہا ہے اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ ابو حنیفہ بھی جواز ہی کے قائل تھے لیکن امام مالک کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کو بھی داخل رکھنا چاہتے ہیں جو اُن کی پیدائش سے پہلے مر چکے تھے اسلئے جائز جاننے والوں کی تعداد شمار سے باہر ہو جائیگی ۱۲ منہ

ذالک یعنی مالک نے اس کے بعد آیت حرث لکم کو پڑھ کر کہا کہ اس سے
زیادہ ظاہر دوسری کون سی دلیل ہو سکتی ہے (در منثور سیوطی و عمدۃ القاری
شرح بخاری کتاب التفسیر جلد ۸ صفحہ ۴۹۴ مصری) اور مزنی[1] کہتے ہیں کہ ہمارے
علماء میں سے اکثر نے حلال کہا ہے اور بعض نے حرام (تذکرہ) اور امام[2] اہلسنت
قسطلانی لکھتے ہیں کہ قَدْ نُقِلَ اِبَاحَتُہٗ ذَالِکَ عَنْ جَمَاعَۃٍ
مِنَ السَّلَفِ لِھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ وَبِظَاھِرِ الْاٰیَۃِ وَنَسَبَہٗ
اِبْنُ شَعْبَانَ اِلٰی کَثِیْرٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَاِمَامِ
الْاَئِمَّۃِ مَالِکٍ فِیْ رِوَایَاتٍ کَثِیْرَۃٍ یعنی علمائے گذشتہ میں سے
ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ آیت حرث کے ظاہری معنی اور ان
حدیثوں[3] کی بنا پر وطی دبر کے مباح ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ اور ابن شعبان
نے بہت سی روایتوں میں فتوائے اباحت کو بہت سے صحابہ[4] اور تابعین
اور امام الائمہ مالک کی طرف نسبت دی ہے (ارشاد الساری شرح
بخاری کتاب التفسیر صفحہ ۲۸ جلد ۷ کشوری) وَقَالَ اِبْنُ الْعَرَبِیِّ
فِیْ کِتَابِہٖ اَحْکَامِ الْقُرْاٰنِ اِنْ جَوَّزَتْہُ طَائِفَۃٌ کَثِیْرَۃٌ

---

[1] عبد اللہ بن معقل مزنی راوی بخاری و مسلم (کتاب الجمع صفحہ ۲۵۹) تیسرے طبقہ کے علماء میں
بہت بڑے بزرگ تھے (تقریب) ۱۲ منہ

[2] امام قسطلانی مشہور شخص ہیں اور کتاب کی کمی کی وجہ سے ابن شعبان کا حال معلوم
نہ ہو سکا لیکن ایسے ہی پایہ کے بزرگ تھے کہ امام قسطلانی نے انکے کلام کو لائق سند
سمجھ کر نقل کیا ہے۔ ۱۲ منہ

[3] جن حدیثوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ آگے بیان کیجائینگی ۱۲ منہ

[4] امام مالک نے اپنے پیشواؤں سے انہیں صحابہ اور تابعین کو مراد لیا ہے۔ ۱۲ منہ

وَقَدْ جَمَعَ ذَالِكَ اِبْنُ شَعْبَانَ فِیْ کِتَابِہٖ جِمَاعُ النِّسْوَانِ وَاَسْنَدَ جَوَازَہٗ اِلیٰ زُمْرَۃٍ کَبِیْرَۃٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَاِلیٰ مَالِکٍ فِیْ رِوَایَاتٍ کَثِیْرَۃٍ وَقَالَ اَبُوْبَکْرِ الْجَصَّاصُ فِیْ کِتَابِہٖ اَحْکَامِ الْقُرْاٰنِ الْمَشْھُوْرِ عَنْ مَالِکٍ اِبَاحَۃُ ذَالِکَ وَ اَصْحَابُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ ھٰذِہِ الْمَقَالَۃَ لِقُبْحِھَا وَشَنَاعَتِھَا وَھِیَ عَنْہُ اَشْھَرُ مِنْ اَنْ تَنْدَفِعَ بِنَفْیِھِمْ عَنْہُ (عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۹۴ چھاپہ مصر) یعنی ابن عربی نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے کہ وطی دبر زوجہ کو بہت سے لوگوں نے جائز سمجھا ہے اور اُن کو (محمد) ابن شعبان نے اپنی کتاب جماع النسوان میں جمع کیا ہے اور اس فعل کو جائز سمجھنے کی نسبت بہت سے صحابہ اور تابعین اور مالک کیطرف بہت سی روایتوں میں ابن شعبان نے دی ہے اور ابوبکر جصاص نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ مالک اس کو جائز جانتے تھے اور مالک کے شاگرد اس فعل کی برائی کی وجہ سے اُن کے فتوائے جواز سے انکار کرتے ہیں حالانکہ مالک کا یہ فتویٰ اس قدر مشہور ہو گیا ہے کہ اونکے شاگردوں کے انکار سے چھپ نہیں سکتا۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۹۴ چھاپہ مصر) ہم کہتے ہیں کہ یقیناً اسی برائی کی وجہ سے باوجود فتوائے حرمت نہ ہونے کے حنفیوں نے فتوائے حرمت کو ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور یہ بے بنیاد حرمت مشہور ہو گئی ہے۔

ان پانچوں صاحبوں کے بیان سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ اور تابعین اور فقہاء و محدثینِ اہلسنت میں سے زیادہ لوگ وطی دبر کے مباح ہی ہونیکے قائل تھے اور آیت حرث لکم اور آنے والی حدیثوں کو اس کی

دلیل قرار دیتے تھے۔ لہذا علی ابن ابراہیم علیہ الرحمہ کی یہ فرمائش بالکل صحیح ہے
کہ تَاَوَّلَتِ الْعَامَّۃُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ اَنّٰی شِئْتُمْ اَیْ حَیْثُ شِئْتُمْ
فِی الْقُبُلِ اَوِالدُّبُرِ یعنی علمائے اہل سنت نے قول پروردگار اَنّٰی
شِئْتُمْ کا معنی حَیْثُ شِئْتُمْ لیا ہے یعنی جہاں چاہو کرو خواہ شرمگاہ
میں یا مبرز میں ۔ یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ ان کے زمانہ یعنی تیسری صدی کے
آخر تک اہل سنت میں وطی دبر کی حلت مشہور تھی اور شیعوں میں حرمت۔
چنانچہ ہمارے علمائے متقدمین جو شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے پہلے گذرے ہیں۔
سب کے سب حرمت ہی کے قائل تھے اور اہلسنت میں حرمت کی شہرت
چوتھی صدی میں حاصل ہوئی ہے۔ اور اس عبارت میں جو لفظ العامۃ مذکور
ہے اس کی دلالت عموم پر اگر تسلیم نہ کیجائے تو اکثریت پر اس کی دلالت قطعاً لائق
انکار نہیں ہے۔

باقی رہا فتویٰ ان کے امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد کا تو صاحب شرح ہدایہ
لکھ رہے ہیں کہ مَنْ اَتٰی اِمْرَاَۃً فِیْ مَوْضِعِ الْمَکْرُوْہِ اَوْ عَمِلَ عَمَلَ
قَوْمِ لُوْطٍ فَلَا حَدَّ عَلَیْہِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَعُزِّرَ (شرح
ہدایہ کتاب حدود باب الوطی صفحہ ۴۹۵) یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت سے مقام
ناپسندیدہ (مبرز) میں وطی کرے یا لڑکے کے ساتھ لواط کرے تو ابو حنیفہ کے
نزدیک اس پر حد نہیں جاری کیجائے گی بلکہ تعزیر کیجائے گی۔

صاحب عنایہ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس عبارت میں جو
عورت مذکور ہے اس سے مقصود اجنبی عورت ہے بی بی مقصود نہیں ہے۔
کیونکہ بی بی کے ساتھ لواط کرنے والوں پر امام ابو یوسف اور امام محمد بھی حد جاری
نہیں کرتے تھے اس لئے کہ اس کو جائز جاننے والے لوگ بھی تھے (عنایہ برحاشیہ
شرح ہدایہ بحوالہ بالا۔

اور علامہ چلپی۔ حاشیہ شرح وقایہ میں بحوالہ فتاوی قاضی خاں لکھتے ہیں کہ یہ کلام لوگوں اور اجنبی عورتوں کے بارے میں ہے ورنہ اپنے غلام[1] یا لونڈی یا بی بی سے لواطہ کرنے والے پر بالاجماع حد نہیں ہے ان عبارتوں سے واضح ہوگیا کہ ابو حنیفہ اور ان کے دونوں شاگردوں میں جو کچھ اختلاف ہے وہ اس میں کہ اجنبی عورت اور غیر کے غلام یا لونڈی سے لواطہ کرنے والے پر حد جاری کرنا چاہیئے یا تعزیر لیکن اپنے غلام یا لونڈی یا بی بی سے لواطہ کرنا سبب حد بالاجماع نہیں ہے۔ اور تعزیر کے متعلق ان لوگوں کا فتوی کسی معتبر کتاب میں پایا نہیں جاتا۔ جس سے اس امر کا گمان ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی مثل اپنے سلف کے اس کو جائز جانتے تھے۔ اور محتمل ہے کہ بصورت ناجائز جاننے کے تقیہ کرتے تھے اور فتوی کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے اور تقیہ کرنے کا سبب بھی موجود تھا وہ یہ کہ (دطی دبر کو جائز جاننے والے اور اس پر عمل کرنے والے ایک طرف) مدینہ میں امام مالک اور مکہ میں وہاں کے آئمہ فقیہ ان کے مقابل میں موجود تھے اور دوسری طرف ایک گروہ اصحاب حدیث کا ان کی مخالفت میں کمر بستہ تھا (سیرۃ النعمان صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲) اور عراق میں ابن ابی ملیکہ اور حجاج بن ارطاۃ اور استاد ابو حنیفہ محمد بن منکدر

---

[1] صاحب عنایہ لکھتے ہیں کہ ان لوگوں سے لواطہ کرنے والوں پر حد جاری نہ کرنیکا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں سے لواطہ کو جائز جاننے والے علماء بھی تھے۔" اس تحریر سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک[1] یہ کہ ابو حنیفہ اور انکے دونوں شاگرد تقیہ کرتے تھے اور دوسرے[2] یہ کہ غلام سے لواطہ کو جائز جاننے والے علماء بھی انمیں گذرے ہیں جنہوں نے محمد امین کے ہم عمل خلفاء کی خوشامد میں یا اُن سے تقیہ کرکے اس عمل کو جائز کیا تیسرے[3] یہ کہ ابو حنیفہ کو مثل قاضی ابو یوسف کے حکومت دربار حاصل نہیں ہوئی اسیوجہ سے وہ اجنبی سے لواطہ کرنے والوں پر بھی حد جاری کرنیکا حکم نہ دیسکے۔ اور ابو یوسف نے بھی تقیہ کیا کہ باوجود فتوائے حد کے ابن مبارک اور یحیی پر حد جاری نہ کر سکے ۱۲ منہ

ابوحنیفہ کے زمانے میں اور امام شافعی اور عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن اکثم ابویوسف
کے زمانہ میں موجود تھے اور ان میں سے ہر ایک صاحب ریاست وحکومت و
فتوی تھا۔ اور علاوہ جائز جاننے کے وطی دبر کرتا بھی تھا اور اوپر بیان کیا گیا کہ
عرب ابوحنیفہ کے پیرو نہ تھے۔ اور خلیفہ وقت منصور بھی ان کا دشمن تھا یہانتک
کہ زہر دیکر مار ڈالا۔ اسی وجہ سے یہ لوگ حد کا حکم نہ دیسکے پس ایسی صورت میں یاتو
ان لوگوں کا فتوی بحرمت ہی مشکوک رہتا ہے یا بیوقعت اور ناقابل توجہ ٹھہرتا ہے
اور شاگردوں یا مقلدوں کی رائے زنی اور دعوائے حرمت کوئی وقعت نہیں رکھتا
اولاً اسوجہ سے کہ شبلی صاحب سیرۃ النعمان کے صفہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ قاضی ابویوسف
اور محمد نے بہت سے مسائل میں ابوحنیفہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے" پس اگر ان دونوں
کا فتوی بحرمت ثابت بھی ہوجائے تو یہ ان کی ذاتی رائے سمجھی جائے گی اور ابوحنیفہ
کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی دوسرے اس وجہ سے کہ شاگردوں اور مقلدوں نے
اس فعل کی بدی کی وجہ سے اپنے استاد اور پیشوا کا فتوی ہونے سے انکار کیا ہے
جیسا کہ فتوائے مالک کے متعلق ابوبکر جصاص کا کلام اوپر ذکر کیا گیا۔ ممکن ہے کہ
ابوحنیفہ کے بھی شاگردوں اور مقلدوں کے پیش نظر یہی امر ہو ہاں درمختار کی عبارت
اس امر کی موہم ہے کہ ابویوسف اور محمد نے اس مسئلہ میں تعزیر کا فتوی دیا ہے عبارت
اس کی یہ ہے۔ اَوْ بِوَطْیِ دُبُرٍ وَقَالَا اِنْ فَعَلَ فِی الْاَجَانِبِ حُدَّ
وَاِنْ فِیْ عَبْدِہٖ اَوْ اَمَتِہٖ اَوْ زَوْجَتِہٖ فَلَا حَدَّ اِجْمَاعًا بَلْ
یُعَزَّرُ یعنی ابوحنیفہ کے نزدیک اجنبی کے ساتھ لواطہ کرنا سبب حد نہیں ہے
شارح کہتے ہیں کہ ابویوسف اور محمد نے کہا کہ اجنبی سے کرنے پر حد ہے اور
اپنے غلام یا لونڈی یا بی بی سے کرنے پر باجماع حد نہیں ہے بلکہ تعزیر کیجائیگی"
اس عبارت میں جملہ بل یعزر اگر شرح کی عبارت قرار دیجائے تو ابوحنیفہ
کا فتوی اجنبی سے کرنے والوں کے لئے کسی سزا کو ظاہر نہیں کرتا حالانکہ اجنبی سے

کرنا بی بی کے ساتھ کرنے سے بدتر ہے۔ اور اگر شرح ہدایہ وغیرہ کی عبارتوں کو قرینہ قرار دے کر مثل یُعزّر کہ متن کا ٹکڑا سمجھا جائے جسکو شارح نے شرح میں داخل کرلیا ہے۔ تو اس صورت میں زوجہ کے ساتھ کرنے کی سزا سے تینوں صاحبوں کا فتوی ساکت رہتا ہے اور اگر کھینچ تان کر ان لوگوں کا فتوی بحرمت ثابت بھی کیا جائے جب بھی زمانہ معصوم میں حرمت وطی دبر زوجہ کی شہرت یا فتوائے حرمت کا ایسا رواج جو معصوم کے تقیہ کا سبب ہو سکے کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ ارکان مذہب اہلسنت اور اکثر خلفاء خود اس میں بلکہ اس سے بدتر میں مبتلا تھے۔ باقی رہا فتوی احمد بن حنبل کا تو اگرچہ عبد الوہاب شعرانی کی میزان کبرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرام جانتے تھے لیکن چوتھی صدی کے شروع تک یہ مذہب اجتہادی حیثیت نہیں رکھتا تھا بلکہ حنابلہ اصحاب حدیث کہے جاتے تھے اور مقلد نہیں رکھتے تھے (نظرہ تاریخیہ صہ۹ بحوالہ احسن التقاسیم) سب سے پہلے اس کا رواج بغداد میں ۳۲۳ھ کے لگ بھگ میں ہوا ہے (نظرہ تاریخیہ صہ۴۱ بحوالہ کامل ابن اثیر) اور حضرت امام رضا علیہ السلام ۲۰۳ھ میں شہید ہو چکے تھے اسلئے حضرت کا اس مذہب والوں سے تقیہ کرنا غیر معقول ہے احمد بن حنبل مدتوں قید رہ کر ۲۴۱ھ میں مرے۔

علاوہ اسکے حنفی مسلک سے۔ غیر ہندوستان میں خواہ وہ ایران ہو یا عراق یا

---

۵ مذاہب اربعہ کی شہرت و رواج کے مقامات :۔ مالکی :۔ ابتداءً مدینہ میں غالب رہا پھر حجاز و مصر و بلاد افریقہ و اندلس و صقلیہ و مغرب اقصے و اسلامی بلاد حبشہ میں رائج ہوا۔ اور بغداد میں ۴ صدی کے آخر تک بہت زیادہ رائج تھا پھر ضعیف ہو گیا۔ بصرہ میں ۵ صدی کے آخر تک بہت رائج تھا پھر کمزور ہو گیا اور خراسان اور قزوین اور ابہر و نیشاپور و بلاد فارس و یمن و اکثر بلاد شام میں رائج تھا۔ ح

حجاز یا بحرین وغیرہ اس قدر نام غوب رہا کہ اوسکے پیرو نہ پہلے زیادہ تھے نہ آج ہیں
شبلی صاحب نے سیرۃ النعمان میں اس امر کا اقرار کیا ہے کہ عرب میں حنفی مسلک
چنداں رواج نہیں پایا"۔ اہل مکہ و ایران و بحرین و ہرات و قندہار و بخارا زیادہ تر
شافعی مسلک تھے بلکہ مذہب اہل سنت کو مذہبی ڈہانچہ میں لانے والے اور
اُس میں روح پھونکنے والے یعنی ابو الحسن اشعری بھی شافعی تھے اسی طرح
اس مذہب کے مجدد یعنی صاحب صحیح بخاری اور اُسکے اکثر شارح بھی شافعی
تھے اور اہل افریقہ و اندلس اور اہل مدینہ مالکی مسلک تھے اور مالک اور محمد
بن ادریس شافعی وطی دبر کو جائز جانتے تھے چنانچہ قبل اسکے ذکر کیا گیا
لہذا ان تفصیلوں کے بعد بہت سے جلیل القدر علمار شیعہ معین وغیر
معین کے فتوائے حرمت کے ہوتے ہوئے جس طرح کسی شیعہ کا یہ کہنا
لائق قبول نہیں ہو سکتا کہ وطی دبر زوجہ کے جائز ہونے پر اجماع قائم ہوا
ہے۔ اوسی طرح بہت سے علمار جلیل القدر اہل سنت کے فتوائے
حلت کے ہوتے ہوئے کوئی سنّی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وطی دبر کی حرمت پر اجماع

ح شافعی۔ ابتدا مصر میں غالب رہا پھر عراق۔ بغداد۔ اکثر بلاد خراسان و توران و شام و یمن
میں غالب ہا۔ اور ماورار النہر و بلاد فارس و بعض بلاد ہندوستان میں شایع ہوا اور ۳ صدی کے بعد کسیقدر
افریقہ و اندلس میں رائج ہوا۔
حنبلی۔ ۳ صدی میں ابتدا بغداد میں رائج ہوا پھر ۴ صدی میں بلاد شام میں رائج ہوا اور ۸ صدی میں کمزور
ہو گیا پھر ۱۰ صدی کے بعد مصر میں رائج ہوا۔
حنفی۔ سنہ ۱۷۱ھ کے بعد قاضی ابو یوسف کی قضاوت کے زمانہ میں سلطنت کی قوت سے دور کے شہر و بعض اطراف بغداد
و مصر۔ و روم و بلخ و بخارا و فرغانہ و بلاد فارس و اکثر بلاد ہندوستان و بعض بلاد یمن میں رائج ہوا (نظرۃ تاریخیہ مصنفہ
علامہ احمد محمود خلفی) غرض کہ ابو حنیفہ کی حیات تک تو انکے مذہب کا کہیں بھی رواج نہ تھا۔ اور ان کے بعد بھی بغداد و
عراق و حجاز وغیرہ میں جس سے ہماری غرض متعلق ہے چوتھی صدی تک اس مذہب کا کوئی روشناس نہ ہوا اس بنار پر ×

× کوئی وجہ نہیں ہے کہ انکے فتاوی ائمہ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے تقیہ کرنیکا سبب ہو سکیں۔ ۱۲ منہ

قائم ہوا ہے بلکہ ان کے یہاں اگر اجماع کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے تو حلت پر نہ کہ حرمت پر۔ یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اہلبیت علیہم السلام عصمت و طہارت سے جو حدیثیں حرمت کے متعلق منقول ہیں وہ تقیہ پر محمول نہیں کیجا سکتیں بلکہ بشرط صحتِ سند تقیہ پر وہی چند حدیثیں محمول کیجائینگی جو حلت کے متعلق منقول ہوئی ہیں۔ کیونکہ حلت کی حدیثیں پانچویں امام علیہ السلام سے لیکر آٹھویں امام علیہ السلام تک چار معصوم کیطرف منسوب ہیں اور ان بزرگوں کا زمانہ ابو حنیفہ اور ان کے دونوں شاگردوں کے ضعف اور تقیہ اور جائز جاننے والوں کے قوت و اقتدار کے زمانہ کے اندر ہی ختم ہو جاتا ہے اسلئے کہ پانچویں امام علیہ السلام محمد بن منکدر کے زمانہ میں تھے اور چھٹیں امام علیہ السلام مالک کے زمانے میں اور ساتویں امام علیہ السلام عبداللہ بن مبارک کے زمانہ میں اور آٹھویں امام شافعی کے زمانہ میں۔ علاوہ اسکے کہ حلت کی حدیثیں حلت پر صاف صاف دلالت بھی نہیں کرتیں جیسا کہ ذکر احادیث میں بیان کیا جائیگا۔ احادیث حرمت کے تقیہ پر محمول نہ ہونے کا بدیہا ثبوت یہ ہے کہ حدیث حرمت نمبر ۳ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے اور حضرت کی شہادت ۱۱۴ھ میں واقع ہوئی اور حضرت برابر مدینہ میں رہے اور بقول مالک کے ان کے کل پیشوایان دین کوفی بصری مکی وغیرہ خصوصاً اہل مدینہ اس فعل کو جائز جانتے تھے جیسا کہ حدیث حرمت نمبر ۱ میں بھی بصراحت مذکور ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر شروع میں گذر چکی کہ چوتھی صدی تک لوگ کسی خاص شخص کی تقلید نہیں کرتے تھے"! اسلئے اگر کوئی حرمت کا قائل رہا بھی ہو تو اس کی مخالفت مضر نہ تھی۔ پس اگر بفرض محال ابو حنیفہ کا فتوائے حرمت مان بھی لیا جائے جب بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو ابو حنیفہ سے تقیہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت مدینہ میں تشریف رکھتے تھے جہاں یہ فعل جائز سمجھا جاتا تھا اور

ابو حنیفہ باوجودیکہ سنہ ۱۲۰ھ تک کوئی اسم و رسم و نام و نشان نہ رکھتے تھے کوفہ میں تھے
اور حضرت کے ہمعصر فقہار میں سے جن لوگوں کا جائز جاننے والوں میں خصوصیت
سے نام لیا گیا ہے۔ مکہ میں عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ مفتی مکہ تھے
جو سنہ ۱۱۷ھ میں مرے۔ اور عبیداللہ بن علی بن سائب مفتی اقریش تھے جو سنہ ۱۱۰ھ
کے بعد مرے۔ اور مدینہ میں نافع غلام عبداللہ بن عمر مفتی مدینہ تھے جو سنہ ۱۱۷ھ
میں مرے اور محمد بن منکدر مفتی مدینہ تھے جو سنہ ۱۳۰ھ میں مرے۔ اور کوفہ میں
حجاج بن ارطاۃ قاضی و فقیہ و مفتی کوفہ تھے جو سنہ ۱۴۵ھ میں مرے اور یہ کل اس
فعل کو جائز جانتے تھے بلکہ بعض عمل بھی کرتے تھے جیسے ابن ابی ملیکہ اور محمد بن
منکدر۔ اور حضرت کے زمانۂ شہادت یعنی سنہ ۱۱۴ھ تک نہ عراق کسی خلیفہ کا پائے تخت
تھا اور نہ ابوحنیفہ کا کوئی مقلد تھا جو اس فعل کو حرام جانتا ہوا اور اُس سے تقیہ
کیا جاتا اور نہ بغداد آباد تھا۔ اور نہ فقہار کوفہ سے حضرت کو کوئی سروکار تھا۔
بلکہ ابوحنیفہ کوئی ہستی ہی نہیں رکھتے تھے اسلئے کہ سنہ ۱۲۰ھ تک ان کے استاد
اور صاحب ریاست و فتوا و حکومت یعنی حماد بن ابی سلیمان کوفی زندہ تھے
اور ابوحنیفہ ہنوز ان کے حلقۂ تلمذ سے باہر نہیں ہوئے تھے۔ اور نہ کوئی مستقل
درسگاہ رکھتے تھے بقول شبلی کے سنہ ۱۲۰ھ کے بعد مسند اجتہاد پر بیٹھے۔ اور
مستقل تدریس شروع کی۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد، ذی الحجہ
سنہ ۱۱۴ھ سے ۱۵ شوال سنہ ۱۴۸ھ یعنی شہادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
تک ان حضرت کے ہمعصر لوگوں میں سے مندرجۂ بالا پانچوں فقہار کے علاوہ
صاحب فتوا و حکومت و ریاست مکہ میں سنہ ۱۱۲ھ تک قیس بن سعد اور سنہ ۱۲۶ھ
تک محمد بن مسلم اور سنہ ۱۳۱ھ تک عبداللہ بن نجیح اور ۱۴۶ھ تک ہشام بن عروہ
اور سنہ ۱۵۰ھ تک امام اہل حجاز عبدالملک بن جریج مکی زندہ رہے = اور
مدینہ میں سنہ ۱۲۰ھ تک محمد بن ابراہیم اور قاضی ابوبکر بن محمد اور سنہ ۱۲۴ھ تک

امام علامہ زہری اور ۱۲۷ھ تک قاضی سعد بن ابراہیم اور ۱۳۱ھ تک افقہ الفقہا ابوالزناد اور ۱۳۶ھ تک ربیعہ الرائے اور زید بن اسلم اور ۱۳۸ھ تک استاد امام مالک علاء بن عبدالرحمن اور ۱۴۳ھ تک تابعی جلیل وافضل از زہری مطرفی اور ۱۵۴ھ تک حکم بن ابان اور ۱۵۹ھ تک افضل فقہاء مدینہ محمد بن عبدالرحمن عامری اور ۱۷۹ھ تک امام مالک بن انس زندہ رہے اور کوفہ میں ۱۱۵ھ تک حکم بن عیینہ اور ۱۱۶ھ تک افضل الفقہاء عمر بن مرہ اور قاضی محارب بن دثار اور ۱۱۹ھ تک حبیب بن ابی ثابت اور ۱۲۰ھ تک اوستاد ابوحنیفہ وافضل الفقہاء حماد بن ابی سلیمان اور ۱۲۲ھ تک زبید بن حارث اور ۱۲۳ھ تک سماک بن حرب جو ۸۰ صحابہ کی زیارت سے مشرف تھے اور ۱۳۶ھ تک قاضی عبدالملک بن عمیر اور ۱۴۳ھ تک قاضی القضاۃ دربار منصور دوانیقی یحیٰی بن سعید اور ۱۴۴ھ تک فقیہ و قاضی دربار منصور عبداللہ شبرمہ اور ۱۴۵ھ تک فقیہ و قاضی حجاج بن ارطاۃ اور ۱۴۸ھ تک علامۃ الاسلام سلیمان بن مہران اور افقہ اہل دنیا محمد بن عبدالرحمن زندہ رہے۔ اور فقہاء کی تصریح اور امام مالک کی اجمالی تحریر کی بناء پر یہ سب لوگ جواز وطی دبر زوجہ کے قائل تھے اور ان لوگوں کے مقابل میں ابو حنیفہ کی کوئی ہستی نہیں سمجھی جاتی تھی چنانچہ شبلی صاحب نے بھی اقرار کیا ہے کہ حنفی مسائل کو عرب میں چنداں رواج نہیں ہوا۔ مکہ و مدینہ کی ریاست امام مالک وغیرہ کے ہاتھ رہی اور عراق کی ریاست مالک اور شافعی دونوں میں مشترک علامہ محقق احمد تیمور پاشا لکھتے ہیں کہ عراق و بغداد میں مالکی و شافعی مذہب کا غلبہ چوتھی صدی کے آخر تک رہا۔ اور ۱۷۰ھ کے بعد جب ابو یوسف کو قضاوت ملی تو انھوں نے چن چن کر حنفیوں کو عراق و خراسان و شام و مصر وغیرہ میں قاضی بنانا شروع کیا اور حنفی مسائل کے اختیار کرنے پر لوگ مجبور کئے گئے (نظرۃ تاریخیہ ص۹)

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو ابو حنیفہ کا کوئی نام بھی نہ لیتا (تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۴۶۳ ذکر ابو یوسف) اور شبلی صاحب صفحہ ۱۱۲ میں لکھتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف کا اثر ہارون رشید کے زمانہ (یعنی سنہ ۱۹۳ھ) تک (۲۰ برس سے کچھ زاید) محدود تھا" اور جبریہ مذہب کی شان بھی یہی ہے کہ جابر کے بعد اُس میں ضعف و اضمحلال پیدا ہو جائے اور لوگ اُس سے نگاہیں پھیر لیں۔ غرض یہ کہ ابو حنیفہ کے محبوب القلوب اور با اثر نہ ہونے سے مسلک ان کا وقعت کی نگاہوں سے دیکھا نہیں گیا اور قلوب اُس کیطرف مائل نہ تھے۔ اسی وجہ سے حضرت نے ان سے کبھی تقیہ نہیں کیا بلکہ کئی مرتبہ درشت لہجہ میں عمل بقیاس سے ان کو منع کیا ہے اور قیاس شکن مسائل ان پر پیش کر کے ان کو مجوج اور شرمندہ کیا ہے اور یہاں تک فرمادیا کہ اَوّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ یعنی پہلا قیاس کرنے والا شیطان ہے یعنی تم دوسرے شیطان یا تابع شیطان ہو (حیوۃ الحیوان) بلکہ خود ابو حنیفہ حضرت سے ڈرتے تھے چنانچہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم حصکفی نے مسند ابو حنیفہ میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے بیان کیا کہ ہم نے جعفر صادق علیہ السلام سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں پایا جب بحکم منصور (ان کو مغلوب کرنے کی غرض سے) حیرہ میں ہم اپنے چالیس مسئلے لے کر ان کے پاس گئے تو منصور سے زیادہ اُن کی ہیبت ہم پر طاری ہوئی ہمارے مسائل کے جواب میں فرماتے جاتے تھے کہ تم اہل کوفہ یہ کہتے ہو اور اہل مدینہ یہ کہتے ہیں اور ہم اہل بیتؑ یوں کہتے ہیں۔ کوئی فتویٰ اُن کا ہم لوگوں کے موافق ہوتا تھا اور کوئی اہل مدینہ کے موافق اور کوئی دونوں کے مخالف" انتہی۔ اس بیان سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ بعوض حضرت کے خود ابو حنیفہ حضرت سے ڈرتے تھے دوسرے یہ کہ حضرت فتویٰ بیان کرنے میں بمقابل ابو حنیفہ کے

تقیہ نہیں کرتے تھے اور یہ واقعہ ۱۴۶ھ کا ہے جسکے دو سال کے بعد ابوحنیفہ کی گمنامی ہی بلکہ
مقید رہنے کے زمانہ میں حضرت کی شہادت واقع ہوئی اسلئے حضرت کی وہ حدیثیں
جو ابوحنیفہ کے فتادے کے مخالف ہیں ابوحنیفہ کی مخالفت کی وجہ سے ہرگز تقیہ پر
محمول نہیں کیجا سکتیں (بلکہ بحار میں حضرت کے حالات کو ملاحظہ کرنے سے ہم پر یہ بات
ثابت ہوگئی کہ حضرت نے عراق کے مشہور فقہا و قضاۃ مثل اعمش و ابن ابی لیلے
و ابن شبرمہ وغیرہ سے بھی کبھی تقیہ نہیں کیا اور ان لوگوں کو زجر و ملامت کرتے رہے
اور غالبًا اس کا سبب یہ تھا کہ ایک تو سلطانی طاقت اُنکے زیر اثر نہ تھی دوسرے
وہ لوگ خاندان رسالت کے حق شناس تھے) خصوصًا اس امر کو سمجھ لینے کے بعد
کہ ایک تو بقول مالک کے فقہاء حجاز و عراق عمومًا اس فعل کو جائز جانتے تھے اور
دوسرے حضرت کو خلفاء وقت نے عراق میں حدیث بیان کرنا تو درکنار شیعوں سے
ملنے تک کا بھی کبھی موقع نہیں دیا اس لئے عراق میں حدیثیں حضرت نہیں بیان
کرسکے الا شاذ و نادر چنانچہ حضرت کو قتل کردینے کے ارادے سے عراق میں ایک
مرتبہ ابوالعباس سفاح نے بلایا تھا اور دوم مرتبہ منصور دوانیقی نے چنانچہ ہارون
بن خارجہ بیان کرتے ہیں کہ سفاح کے زمانہ میں جب حضرت تشریف لائے تھے
تو ایک شیعہ کو مسئلہ طلاق پوچھنا تھا لیکن حضرت کی خدمت میں پہونچ نہیں
سکتا تھا کیونکہ سفاح نے لوگوں کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے سے
روک دیا تھا بالآخر اُس شیعہ نے ککڑی خریدی اور بدوؤں کا کپڑا پہنا اور
ککڑی بیچنے کے حیلے سے حضرت کی خدمت میں پہونچا اور مسئلہ دریافت کیا
(بحار مختصرًا) اسی طرح مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ منصور نے حضرت کو
(بغداد میں ۱۴۷ھ میں بلایا) اور کئی مرتبہ قتل کا ارادہ کیا لیکن جب حضرت
کو دیکھا ڈر گیا اور قتل کرنے سے باز آیا لیکن لوگوں کو حضرت کے پاس آنے
سے اور حضرت کو لوگوں کے ملنے سے منع کردیا تھا اور ایسا سخت پہرا بٹھلا رکھا

تھا کہ نہ کوئی حضرت تک پہونچ سکتا تھا اور نہ مسئلہ پوچھ سکتا تھا یہاں تک کہ حدیث
بیان کرنے کی اجازت دی بھی تو اس شرط سے کہ آپ ہمارے شہر (بغداد)
میں نہ رہیں اُس وقت حضرت مدینہ واپس آکر ترویج علوم میں بے ہراس
مشغول ہوئے اور (قلیل زمانہ میں) حضرت کی کثیر حدیثیں رواج پاگئیں
(بحار مختصراً) ہاں ایک مرتبہ حیرہ میں حضرت کو ۱۴۶ھ میں بیان احکام کا
موقع اس طرح ملا کہ منصور نے حضرت کو ذلیل و مغلوب اور لوگوں کو حضرت
سے منحرف کرنے کی غرض سے ابو حنیفہ کو آمادہ کیا کہ حضرت سے مشکل مسائل پوچھے
جیسا کہ ہم ابھی اوپر بیان کر چکے ہیں اور حضرت نے ہر مسئلہ کا جواب بے تقیہ و
بے خوف وہراس بیان فرمایا اور منصور کا ابو حنیفہ کو آمادہ کرنا اس بنا پر نہ تھا
کہ وہ ان کی کوئی ہستی سمجھتا تھا بلکہ اسکی تین وجہیں تھیں ایک یہ کہ وہ جانتا
تھا کہ ابو حنیفہ کو اس خانوادہ جلیل سے فطری عداوت ہے۔ حالانکہ
انھیں کا مقولہ ہے کہ لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ یعنی اگر حضرت
جعفر صادق علیہ السلام کی دو سال شاگردی نصیب نہ ہوتی تو ہم جہنم میں
جاتے دوسرے یہ کہ ان کو ریاست مذہبی کی ہوس ہے اس لئے حضرت کے
مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے تیسرے یہ کہ قرآن و حدیث کی پابندی
سے یہ آزاد ہیں اور قیاسی مسائل میں مجادلہ کا میدان بہت وسیع ہے جس سے
اہل بیت حضرت رسولؐ کنارے ہیں۔ لیکن اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ
لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ نہ ابو حنیفہ سانس لے سکے نہ منصور کی تمنا پوری
ہوسکی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ابو حنیفہ جملہ علوم سے بے بہرہ تھے
جیسا کہ خود انھیں کا کلام خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اور
ابو یوسف کا ان پر طعن مندرجہ حیواۃ الحیوان اُس کا مؤید ہے۔ اور ظاہر ہے کہ
جہاں ہوس ریاست مذہبی بغیر کسی مذہبی فن کے پوری نہیں ہوسکتی تھی وہاں

فن فقہ میں قرآن وحدیث کی پابندی بھی اسکے حصول میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا کررہی تھی اور ابوحنیفہ جہاں فطرۃً طباعؔ تھے وہاں طبعاً آزاد اور بیباک بھی تھے اس ہوسناکی نے قید پابندی قرآن وحدیث کو ہٹا دینے پر ان کو جرأت دلائی اور اپنی آرزو کی تحصیل میں یہ کامیاب بھی ہوگئے ۔ باوجود اس کے ان کے مذہب کے رواج کا سبب دو چیزیں ہوئیں ایک نفس پرست ہارون رشید عباسی کی تلوار دکا زور دوسرے آزادی پسند طبیعتوں کی اعانت ومدد تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہارون رشید کو اس کے باپ کی مدخولہ لونڈی پسند آگئی فقہاء وقت نے قرآن وحدیث کے مطابق اُس میں تصرف کرنے سے ہارون کو روکا وہ ازبسکہ اُس پر دلدادہ اور فریفتہ ہورہا تھا قاضی ابویوسف کی طرف رجوع کی انھوں نے قیاسی مذہب کے مطابق اجازت دیدی اور پھر ایک مرتبہ اُس نے ایک لونڈی خرید کی اور بغیر استبراء کے اُس میں تصرف کرنا چاہا اور ابویوسف سے حیلہ نکالنے کی فرمائش کی انھوں نے فوراً ایک حیلہ نکال کر اُس کو جائز کردیا اور شب ہی کو ایک لاکھ درہم انعام پایا (تاریخ الخلفاء واخبار الدول) انھیں قیاسی احکام نے ان کو منصب قضاوت پر فائز کردیا اور مذہب حنفی کو بزور شمشیر رواج دیا۔ ان کے مرنے کے بعد نظام نے ان کا مرثیہ کہا جس میں لکھتا ہے کہ ابویوسف قیاس میں اسقدر ڈوبے کہ شراب کو حلال کردیا اگر کچھ دن اور زندہ رہتے تو زنا اور لواطہ کو بھی حلال کردیتے۔ (لسان المیزان جلد ۶ ترجمہ یعقوب بن ابراہیم صفحہ ۳۰۱) پھر ابوحنیفہ کے عام پسند احکام نے آزاد طبعوں کو ان کے مذہب کی طرف مائل کردیا۔ ہر فاسق وبدکار کے پیچھے نماز پڑھنا شراب سے وضو کرنا کتے کی کھال میں ایک چوتھائی فضلہ ملکر پہننا اور مزبلہ پر کھڑے ہوکر الحمد کے بعد دو برگ سبز پڑھ کر کوّے کے چونچ مارنے کی طرح رکوع وسجدہ بجالانا اور تشہد کے بعد بجائے سلام کے ارادہ کرکے حدث صادر کرنا سوائے اس مذہب کے دوسرے

اُکس مذہب کی تعلیم ہے۔ یہی بے مہار فتاوے اس کی عام مقبولیت کا سبب ہوئے ورنہ اس مذہب میں نہ تو کوئی عمدگی ہے نہ معقولیت بلکہ ناپسندیدہ احکام سے مملو ہے اسی وجہ سے شریف طبع عراقی سنیوں نے اس مذہب کی طرف خوشی سے توجہ نہیں کی اور مقدمات میں مجبوراً حنفی قاضیوں کی طرف رجوع کرتے تھے اور عبادات وغیرہ میں مالکی یا شافعی مذہب پر عمل کرتے تھے۔ گویا مالک سن میں ابو حنیفہ سے چھوٹے تھے لیکن سابق العلم تھے اور ان سے افضل تھے اسی وجہ سے ابو حنیفہ اُن کے حلقۂ درس میں شریک ہوا کرتے تھے (سیرۃ النعمان شبلی ص۲۸) یہی وجہ ہوئی کہ مالک کا مذہب عراق میں حنفی مسلک سے پہلے رائج ہوگیا اور اسکے بعد مذہب شافعی اور دوسرے فقہاء بھی کم و بیش مقلد رکھتے تھے اسی وجہ سے یہ کل مذاہب حنفی رواج دادۂ ابو یوسف سے انکے قضاوت کے زمانہ میں ٹکراتے رہے اور ابو یوسف بھی تقیہ کی روش پر عامل رہے اور باوجود فتوائے حرمت وطی دبر کے عبد اللہ بن مبارک اور یحییٰ بن اکثم پر حد جاری نہ کرسکے۔ اور ہارون کے مرنے کے بعد مذہب حنفی بھی جیسا کہ جبری امور کی شان ہے جلد فنا ہوگیا۔ اور مالکی و شافعی مذہب چوتھی صدی کے آخر تک غالب و مروج رہا۔

اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے حرمت کی حدیثوں میں صرف ایک حدیث معمر ابن خلاد کی ہے جس کو بعض علماء کرام نے حلت کی دلیل قرار دی ہے اس لئے اس بنا پر کہ اُن لوگوں نے اسکو جواز کی دلیل قرار دی ہے اس حدیث کو تقیہ پر محمول کرنے کی ان کے نزدیک کوئی وجہ ہی نہیں ہے کیونکہ اس بنا پر یہ حدیث اُن کے مدعا کے مطابق ہے لیکن اگر اس کو حرمت کی بھی دلیل قرار دیجائے جیسا کہ ہم نے اختیار کیا ہے جب بھی یہ تقیہ پر کئی وجہوں سے محمول نہیں کیجا سکتی۔ ایک اس وجہ سے کہ ہم اوپر بہ تفصیل تمام لکھ آئے ہیں

کہ قول حلت وطی دبر کی نسبت مالک نے اپنے کل علماء دین کیطرف دی ہے اور کتب
اہلسنت میں حرمت وطی دبر کی نسبت سوائے ابو حنیفہ اور اُن کے دونوں شاگرد
یعنی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی اور چوتھے احمد بن حنبل کے کسی دوسرے
مفتی یا قاضی کی طرف پائی نہیں جاتی۔ اور احمد بن حنبل کا زمانہ حضرت سے
بہت متاخر ہے اور سیوطی در منثور میں لکھتے ہیں کہ محمد بن حسن شیبانی سے
شافعی نے اس مسئلہ میں بحث کرکے اُن پر اس کی حلت کو ثابت کر دیا۔ اور ہم
لکھ آئے ہیں کہ ابو حنیفہ کا صریح فتویٰ اس مسئلہ کے متعلق کسی کتاب میں پایا
نہیں جاتا۔ رہے ابو یوسف تو وہ اتنی قوت نہیں رکھتے تھے کہ اس فعل
میں مبتلا یعنی مالک اور عبد اللہ بن مبارک اور یحییٰ بن اکثم کو اس فعل سے
روکتے کیونکہ مالک ابو حنیفہ کے بھی استاد حدیث تھے اور ہارون رشید
اُن کا مرید تھا۔ اور وہ ۱۷۹ھ تک زندہ رہے اور عبد اللہ بن مبارک
۱۸۱ھ تک اور ابو یوسف سے علم و فضل میں بدرجہا بڑھے ہوئے تھے صرف
قضاوت کا زور اُن لوگوں کو مغلوب نہیں کر سکتا تھا۔ اسلئے متعدد قوی سبب
اور موافق کے ہوتے ہوئے حضرت کو صرف ایک ابو یوسف سے تقیہ کرنے
کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی دوسرے اسوجہ سے کہ ابو حنیفہ اپنے آخر
عمر تک عراق میں بلکہ عرب کے کسی حصہ میں مقتدا اور مروج نہیں رکھتے تھے
یہاں تک کہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو ابو حنیفہ کا کوئی نام
بھی نہ لیتا (وفیات الاعیان ذکر ابو یوسف بترجمہ یعقوب) اور ابن حزم نے
بیان کیا ہے کہ حنفی مسلک کا ابتدائی رواج ابو یوسف کی قضاوت کے زمانہ
میں بزور سلطنت ہوا (نظرۃ تاریخیہ) اور ابو یوسف کو ۱۷۱ھ کے بعد
قضاوت حاصل ہوئی ہارون رشید نے ان کو قاضی بنایا۔ اور حضرت کو
ایک مرتبہ ۱۶۵ھ میں مہدی نے بغداد بلاکر ایک سال قید کیا اور ایک مرتبہ

ہادی نے ایک سال اور علاوہ اسکے کہ حضرت سے کوئی شیعہ مل نہیں سکتا تھا اور نہ کوئی مسئلہ پوچھ سکتا تھا۔ ابو یوسف کا ان دونوں وقتوں میں عراق میں کوئی اثر بھی نہ تھا۔ تیسری دفعہ ہارون رشید نے ۲۰ ذلقعدہ ۱۷۹ھ سے حضرت کو کامل ایک سال پہلے بصرہ میں پھر چار سال بغداد میں اسطرح مقید رکھا کہ شیعوں کو حضرت کی زیارت تک نصیب نہ ہوتی تھی۔ بلکہ بعد شہادت آپ کے ہارون کی قدغن سے شیعے شریک جنازہ بھی نہیں ہو سکتے تھے اسلئے اگرچہ راوی اس روایت کے عراقی ہیں لیکن اس کو حضرت نے عراق میں نہیں بیان فرمایا بلکہ مدینہ میں بیان فرمایا جہاں یہ فعل حلال سمجھا جاتا تھا۔ تیسرے اسوجہ سے کہ حضرت کا خالد بن معمر سے ٹوک کر پوچھنا اور پھر اسکی رد کرنا اس امر کو بتا رہا ہے کہ حضرت نے اس حدیث کو تقیہ کے محل میں نہیں بیان فرمایا ہے کیونکہ تقیہ کے موقع میں حتی الامکان کوشش کیجاتی ہے کہ سائل کے سوال کو بلطائف الحیل ٹالدیا جائے نہ کہ خلاف واقع حکم کو ابتداءً خود ٹوک کر بیان کرنا۔ اور شاہد اس پر یہ ہے کہ یہی روایت بادنٰے اختلاف حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی منقول ہے اور حضرت امام رضا علیہ السلام ۲۰۰ھ تک مدینہ میں رہے ہیں اور خراسان میں بیان احکام میں کبھی تقیہ نہیں کیا رہا یہ شبہہ کہ ممکن ہے کہ دونوں بزرگوں نے اس حدیث کو مدینہ میں تقیہ کے مقام میں بیان حلت کے لئے ارشاد فرمایا ہو اسلئے یہ حدیث حرمت کی دلیل نہیں قرار پا سکتی تو جواب اس کا اولاً یہ ہے کہ ہم اسکے دلیل حرمت ہونے کی کافی تقریر بیان کر چکے ہیں اس لئے حلت پر اسکے دلالت کرنے کا دعوٰے بے وجہ ہے اور جواب ثانیاً یہ ہے کہ حلت پر دلالت کرنے کی صورت میں یہ حدیث ہماری مؤید ہوگی یعنی اس امر پر شاہد ہوگی کہ حکم واقعی حرمت ہے اور حکم تقیئی جواز۔ اسلئے اگرچہ منطوق اس کا ہمارے لئے مفید نہ ہوگا لیکن

بقرینۂ مقام مفہوم اس کا بے شبہہ مفید اور ہمارے دعوے کا مؤید ہوگا۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے حرمت کی حدیثوں میں نمبر ۲ و ۱۱ دو حدیثیں منقول ہیں اور یہ دونوں بھی تقیہ پر محمول نہیں ہو سکتیں ایک اسوجہ سے کہ اگرچہ حضرت نے زمانہ شہادت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام یعنی ۲۵ رجب ۱۸۳ھ سے زمانہ موت ہارون یعنی جمادی الثانیہ ۱۹۲ھ تک دس سال ہارون کا زمانہ پایا تھا لیکن علاوہ اسکے کہ مذہب حنفی کے مروج اور قاضی القضاۃ بغداد یعنی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی دونوں ہارون کی موجودگی ہی میں مر چکے تھے۔ حضرت رضا علیہ السلام نے ہارون سے بھی کبھی تقیہ نہیں کیا بلکہ بحار کی متعدد حدیثیں بتا رہی ہیں کہ حضرت صاف صاف فرمایا کرتے تھے کہ ہارون ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا (بحار جلد ۱۲ باب ما کان بینہ و بین ہارون) علاوہ اسکے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہارون رشید نے ابو یوسف وغیرہ حنفیوں کو اسوجہ سے قاضی نہیں بنایا تھا کہ مذہب حنفی میں کوئی عمدگی اس کی نگاہ میں تھی کیونکہ ایک تو بقول شبلی صاحب کے خلفاء عباسیہ میں سے کوئی بھی ابو حنیفہ کا مقلد نہ تھا دوسرے ہارون کا تمام تر اعتماد مالک کی موطا پر تھا اور امین و مامون کو بھی موطا پڑھوایا تھا۔ بلکہ ان لوگوں کو اسوجہ سے قاضی بنایا تھا کہ اپنی بدکاریوں کے لئے ایک اوٹ اور سپر چاہتا تھا جیسا کہ دونوں لونڈیوں کا واقعہ اوپر ذکر کیا گیا اور بہترین سپر اپنے لئے اسی مذہب کو پایا جو قرآن و حدیث سے بے تعلق تھا۔ دوسرے اسوجہ سے کہ ۲۰۰ھ میں جب حضرت خراسان تشریف لے گئے ہیں تو وہاں بھی بیان احکام میں آپ کو پوری آزادی حاصل تھی۔ اور مخالفوں سے مناظرے کیا کرتے تھے اور حنفی مسلک دھیما پڑ چکا تھا اور خراسان میں قاضی القضاۃ دربار مامون رشید یحییٰ بن اکثم تھے اور مفتی و مرجع اہل بغداد شافعی اسلئے حضرت کو یہاں بھی تقیہ کرنے کی

ضرورت نہیں پڑی۔ واضح رہے کہ تقیہ کے لئے مطلقاً مخالف کا پایا جانا کافی نہیں ہے بلکہ ضرور ہے کہ مخالف با اثر اور صاحب قدرت و اختیار اور محل خوف ہو خواہ زیر اثر اوسکے سلطنت ہو یا عام خلقت جس سے خوف کیا جائے۔

وطی دبر کی حرمت اور حلت کی دلیلیں

حرمت کی پہلی دلیل اصالت حرمت ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ منکوحہ اور ممتوعہ اور مملوکہ اور محللہ کے حلال اور جائز ہونے سے پہلے اُن میں ہر وہ تصرف ناجائز تھا جو نامحرم عورت کے متعلق شرعاً ممنوع ہے۔ اسباب حلیت یعنی نکاح یا متعہ یا ملکیت یا تحلیل نے کچھ تصرفات کو جائز کیا جن کو معین طور پر شارع سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ پس شرعی دلیلوں سے جن تصرفات کا یقینی طور پر جائز ہونا ثابت ہو جائے گا وہ بے تامل قبول کر لئے جائینگے اور جس کی حلیت مشکوک رہے گی اُس کو سابق حرمت کے تحت میں باقی رکھینگے اسی کو استصحاب حرمت سابقہ کہتے ہیں۔ صاحب ریاض اور مستند اور جواہر رحمہم اللہ کا حلت وطی دبر کے لئے اصالت اباحت کو جاری کرنا بے محل ہے اولاً اس وجہ سے کہ استصحاب جس مقام میں جاری ہو سکے اس مقام میں اصالت اباحت کے جاری ہونے کی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ استصحاب اصالت اباحت پر حاکم ہے اپنے موضوع (جاری ہونے کے مقام) کو اصالت اباحت کے تحت سے نکال لیتا ہے دوسرے اس وجہ سے کہ فروج (عورتوں میں تصرفات) اور لحوم (گوشت) میں اصل حرمت ہے جب تک کہ حلت ثابت نہ ہو جائے۔ اور اگر غرض ان لوگوں کی اس اصل سے استصحاب حلت سابقہ ہے تو یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ وطی دبر کا حکم سابق حرمت ہے جیسا کہ مذکور ہوا نہ حلت اگر کسی زمانہ میں حلت ثابت ہوتی

تو استصحاب درست ہوتا۔

رفع شبہہ:۔ اگر کسی کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ فروج سے مقصود شرمگاہیں ہیں اور مبرز ان میں داخل نہیں ہے اسلئے اصالت حرمت مبرز میں جاری نہیں ہو سکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ شبہہ صحیح ہو تو چاہیئے کہ جس عورت کے نکاح کی صحت مشکوک ہو اس سے بوسہ و کنار وغیرہ اور بنا بر قول بجواز وطی دبر کے سوائے شرمگاہ میں جماع کرنے کے باقی کل تصرفات جائز ہوں حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔

حرمت وطی دبر کی دوسری دلیل حکم عقل ہے

حکم عقل طبی نگاہ سے:۔ بیان اس کا یہ ہے کہ باتفاق شیعہ اور معتزلہ ہر چیز کی خوبی اور بدی عقلی ہے۔ اور ہر اچھی چیز کی خوبی اوسکے نفع کی وجہ سے ہوتی ہے اور ہر بری چیز کی بدی اوسکے نقصان کی وجہ سے خواہ یہ نفع اور نقصان دنیاوی ہو یا اخروی اور لطف خداوند عالم پر عقلاً واجب ہے یعنی نافع اور مضر چیزوں کو تبلا دینا اور نافع کو حاصل کرنے کی اجازت دینا اور ترغیب کرنا اور مضر سے بچنے کا حکم دینا اور حکم شرع اور حکم عقل سلیم میں ملازمہ ہے آپس سے جدا ہو نہیں سکتے عموماً حکما کُلَّمَا حَکَمَ بِہِ الشَّرْعُ حَکَمَ بِہِ الْعَقْلُ کا معنی یہی ہے کیونکہ عقل رسولِ باطن ہے جیسے حضرت سرورِ عالم رسول ظاہر ہیں اسی وجہ سے خداوند عالم نے عقل کو اپنی مقدس بارگاہ میں اس حد تک عزت بخشی ہے کہ فرعی مسائل میں اگر اپنی تجویز میں وہ خطا کر جائے تو اس کی خطا عذر اور خطا کار معذور سمجھا جاتا ہے اور کسی چیز کے نفع اور نقصان کو سمجھنے کا ذریعہ اور آلہ وجدان اور تجربہ سے بہتر کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ اور وطی دبر کو اطبا نے اپنے سیکڑوں سال کے تجربہ پر فاعل اور مفعول دونوں بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے بھی بہت مضر پایا ہے جو ذیل میں مندرج ہے لہذا خداوند عالم پر از باب لطف واجب ہے کہ اپنے

کلما حکم بہ العقل حکم بہ الشرع اور

عزیز بندوں کو اس منحوس فعل سے سختی کے ساتھ روکے۔

وطی دبر کے نقصانات

فاعل کیلئے نقصانات۔ وطی دبر حکماء کے نزدیک مضر ہے کیونکہ محل جماع کی جگہ نہیں ہے۔ اس میں منی کو جذب کرنے کی قوت نہیں ہے۔ قضیب میں منی رک کر رہ جانے کا خوف ہے۔ اور منی رُک جانے سے عضو تناسل میں قرحہ (زخم پھوڑا) اور ظرف منی (انثیین) میں ورم اور مثانہ اور پیشاب کی نالی میں پتھری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ اس میں زور کرنا پڑتا ہے اس لئے آخر میں ضعف باہ لاتا ہے۔ عضو تناسل کے پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں اور قطع نسل کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح حائضہ اور اُن عورتوں سے بھی جن سے عرصہ سے جماع نہ کیا گیا ہو جماع کرنا ممنوع ہے اور بالخاصیت ضرر کرتا ہے (ذخیرہ خوارزم شاہ)

مفعول کیلئے نقصانات۔ منی لطیف مادہ ہے۔ مزاج اُس کا گرم وتر ہے اس وجہ سے اگر جسم سے نکال نہ دیجائے تو تمام بدن میں گرانی پیدا ہو جاتی ہے اور اکثر اوقات اپنی اصلی جگہ پر گرم ہو جاتی ہے۔ اور بسبب اسکے دوسرے اعضاء میں بھی گرمی پہونچتی ہے۔ اور بدن کا ہر حصہ اس گرمی کو دوسرے حصہ کو دیتا ہے۔ یہاں تک کہ گرمی دل تک پہونچتی ہے اور تپیں عارض ہو جاتی ہیں اور اکثر اوقات ابخرے اوسکے دماغ پر چڑھتے ہیں جس سے مالیخولیا اور وسواس اور آنکھوں میں خیرگی اور خفقان اور سر میں چکر پیدا کر دیتی ہے اور بھوک کھانے کی جاتی رہتی ہے (ذخیرہ خوارزم شاہ) اور چونکہ آنت اس کی اصلی جگہ نہیں ہے اور مثل رحم کے اس کو اپنا جزو نہیں بناتی اسلئے آنتوں میں بہت جلد سڑ کر اس سے ابخرے اوٹھینگے اور مذکورہ بالا امراض

پیدا ہو جائیں گے۔

اولاد کے لئے نقصان:۔ جو شخص اپنی عورت سے لواطہ کرتا ہے اوسکو خوف کرنا چاہیئے کہ اوسکی اولاد علت ابنہ والی نہ ہو جائے (طب اکبر بیان علت ابنہ)۔

حکم عقل شرعی نگاہ سے:۔ خداوند عالم نے اولاد آدمؑ کو اپنی معرفت اور عبادت کے لئے پیدا کیا۔ نسل بنی آدم کی کثرت اوسکے نزدیک محبوب اور مطلوب ہے۔ اور اس کی ترغیب وتحریص تاکید کے ساتھ کی گئی ہے نسل بڑہانے کے لئے اُس نے صرف ایک راہ قرار دی ہے (یعنی شرمگاہ) جسکو چھوڑنا اور دوسری راہ یعنی مبرز کو اختیار کرنا قطع نسل کا سبب ہے اولاد آدمؑ کے خیالات غیر محدود ہیں۔ کوئی تعجب نہیں ہے کہ اس امت کے لوگوں میں کبھی مثل محمد امین پسر ہارون رشید کے وہی خیالات پیدا ہو جائیں جو قوم لوط میں پیدا ہو گئے تھے۔ اور بی بی ہی اختیار کرکے نسل بڑہانے والے نطفہ کو غیر مناسب محل میں ڈال کر برباد کرنے لگیں پس اگر خداوند عالم اُن کو اُس راہ کی اجازت دیدے جس میں نسل بڑہانے کی قابلیت نہیں ہے۔ اور اس حکم پر عمل کرنے سے اُن کو نہ روکے تو لازم آئے گا کہ خداوند حکیم اپنی محبوب چیز یعنی کثرت نسل کے مفقود ہو جانے اور اپنی غرض کے فوت ہو جانے پر خود راضی ہو اور یہ عقلاً بنی آدم کے لئے قبیح ہے اور حکیم علی الاطلاق کے لئے قبیح تر اور محال اور اگر اجازت دے کر نہ کرنے پر اُن کو مجبور کرے تو اوّلاً یہ اجازت لغو ٹھہرے گی دوسرے جبر لازم آئیگا اور یہ دونوں اُس کی ذات اقدس کے لئے عقلاً اور شرعاً ناجائز اور قبیح ہیں۔ اس لئے خداوند حکیم کے لئے مبرز میں تصرف کرنے کی اجازت دینا عقلاً قبیح اور ناجائز اور محال ہے۔

حرمت وطی دبر کی تیسری دلیل قرآن مقدس ہے

پہلی آیت :- وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت ۲۲۲)

بعض لفظوں کے معنی۔ محیض اسم ظرف ہے معنی میں زمانۂ حیض کے اور اذی کا معنی سبب ضرر اور اعتزلوا صیغہ امر کا ہے جو زمانۂ حیض میں جدا رہنے کے وجوب کو بتاتا ہے اور لا تقربوا صیغہ نہی کا ہے جو حالت حیض میں نزدیکی کرنے کی حرمت کو بتاتا ہے اور حکم جدائی کی تاکید ایک تو اس ممانعت سے کی گئی ہے اور اس کا آخری زمانہ پاکی کو قرار دیا ہے اور دوسری تاکید یحب التوابین سے اور تیسری تاکید یحب المتطہرین سے اور مقصود اس سے جماع حائضہ کی شدت حرمت اور انتہائے مبغوضیت کو ظاہر کرتا ہے اور اتوا صیغہ امر کا ہے جو بقاعدۂ اصولِ فقہ بیان حرمت کے بعد رخصت اور اجازت کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

سبب نزول :- حسن اور قتادہ اور ربیع بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں کفار عرب حائضہ عورتوں کے ساتھ نہ تو کھاتے تھے اور نہ اُن کے پاس بیٹھتے تھے مسلمانوں نے اُن کے اس برتاؤ کے متعلق حضرت سرورِ عالم سے سوال کیا اُس وقت خداوند عالم نے اس آیت کو نازل فرماکر اس امر کو ظاہر کر دیا کہ اُن کے ساتھ کھانے پینے اور بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے صرف ہمبستری ممنوع ہے اور مجاہد کہتے ہیں کہ چونکہ

زمانہ حیض میں وطی دبر کو کفار عرب جائز جانتے تھے اس لئے خداوند عالم نے اس آیت کو نازل فرما کر اس فعل کی حرمت کو ظاہر کر دیا طبرسی علیہ الرحمہ نے مجمع البیان میں حسن وغیرہ کے بیان کو مجاہد کے بیان پر ترجیح دی ہے اور اقوی فرمایا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حسن وغیرہ کا بیان اس آیت کے نزول کا سبب نہیں ہو سکتا اور ان لوگوں کو اس کے سبب نزول کا صحیح علم حاصل نہ ہو سکا کیونکہ اس آیت کا سیاق اور اس کا مرجع معنی علاوہ اس کے کہ حسن وغیرہ کے بیان سے بالکل مناسبت نہیں رکھتا اوسکے منافی بھی ہے اسلئے کہ حسن وغیرہ کی غرض یہ ہے کہ اس آیت کو نازل کرنے سے خداوند عالم کا مقصود جاہلیت کے مذکورہ رسم کو روکنا ہے اور اس بنا پر چاہیئے کہ اصل آیت کی یوں ہوتے یَسْئَلُوْنَكَ عَنْ مُوَاكَلَتِہِنَّ النِّسَاءِ وَمُشَارَبَتِہِنَّ وَمُجَالَسَتِہِنَّ فِی الْمَحِیْضِ قُلْ ھُوَ اَذًی الخ پس اگر ضمیر مذکر غائب یعنی ھو کا مرجع بقاعدہ المصدر اذ والناقد یذکر وقد یؤنث کے مواکلۃ وغیرہ جدا جدا قرار دیا جائے تو معنی آیت کا یہ ہوگا کہ اے رسول لوگ تم سے حائضہ کے ساتھ کھانے اور پینے اور بیٹھنے کو پوچھینگے تم اُن سے کہہ دو کہ یہ چیزیں ضرر کا باعث ہیں اسلئے تم لوگ عورتوں سے حالت حیض میں جدا ہی رہا کرو۔ اور جب تک پاک نہ ہولیں اُن کے نزدیک نہ جاؤ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ یعنی جب وہ پاک ہولیں تو اُن سے ہم بستری کرو اسی مقام سے جس کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے۔ لیکن یہ معنی دو وجہوں سے درست نہیں ہے۔ ایک اسل وجہ سے کہ رسم جاہلیت کو روکنے کے عوض میں یہ معنی اُس کی تائید اور تقویت کر رہا ہے۔ جو غرض پروردگار کے مخالف ہے اور اپنی غرض کے حاصل ہونے میں خود رکاوٹ ڈالنا کسی عاقل

کی شان نہیں ہے چہ جائیکہ پروردگار حکیم کی۔ دوسرے اس وجہ سے کہ یہ معنی آخری فرمائش یعنی فاذا تطہرن الخ سے بالکل بے ربط ہوا جارہا ہے جو شان حکیم سے بعید ہے۔ اور اگر ھو کا مرجع جماع قرار دیا جائے تو معنی آیت کا یہ ہوگا کہ لوگ تم سے حائضہ کے ساتھ کھانے اور پینے اور بیٹھنے کو پوچھینگے۔ تم اُن سے کہدو کہ حالت حیض میں اُن سے جماع کرنا ضرر کا باعث ہے اسلئے اُن سے جدا رہیں اور پاک ہونے تک اُن کے پاس نہ جائیں پاک ہوجانیکے بعد اُن سے اُسی مقام سے جماع کریں جس مقام سے خدا نے حکم دیا ہے'' اس صورت میں ایک خرابی یہ ہے کہ سوال وجواب میں ربط باقی نہیں رہتا اور سوال از آسمان اور جواب از ریسمان کا مصداق ہورہا ہے اور یہ حکیم کے لئے قبیح ہے اور اگر کہا جائے کہ چونکہ سوال ساتھ کھانے اور پینے سے ہے اور جواب میں صرف ہم بستری کو منع کیا گیا ہے۔ اس لئے اس سے عقلاً سمجھا جاتا ہے کہ ساتھ کھانا پینا ممنوع نہیں ہے اور رسم جاہلیت غلط ہے'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی دلالت کے لئے لفظی اور عقلی دونوں معنی میں ملازمہ کی ضرورت ہے اور حالت حیض میں ساتھ کھانے اور پینے کی اجازت اور جماع کی ممانعت میں کوئی ملازمہ نہیں ہے تاکہ جماع کی ممانعت سے اس کی اجازت سمجھی جائے۔ اور اس معنی میں دوسری خرابی یہ ہے کہ اضمار قبل از ذکر لازم آتا ہے جو قرآن مقدس کی فصاحت وبلاغت کے منافی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ عن کا مجرور مواکلہ وغیرہ نہیں ہے بلکہ جماع ہے اور اصل آیت کی یوں ہے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِمَاعِ فِي الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ اَذًى الخ یعنی حالت حیض میں جماع کرنے کو لوگ تم سے پوچھینگے تم اُن سے کہدو کہ یہ ضرر کا باعث ہے'' تو اس صورت میں حسن وغیرہ کے بیان کو اس آیت کے سوال وجواب سے

کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہتا۔ غرض کہ ان لوگوں کا بیان اس آیت کا سبب نزول کسی طرح قرار نہیں پا سکتا۔ لہذا صاحب مجمع البیان کا ان لوگوں کے بیان کو مجاہد کے بیان سے اقوے قرار دینا بے وجہ ہے؛ بلکہ آیت کے سوال و جواب سے اگر ربط و مناسبت رکھتا ہے اور سبب نزول ہو سکتا ہے تو مجاہد ہی کا بیان اور چونکہ جواب اور سوال میں مطابقت ہونی چاہیئے اس لئے مجاہد کے بیان کے مطابق آیت کا معنی یوں ہوگا۔

آیت کا صریح معنی :- اے رسول لوگ تم سے حالت حیض میں عورتوں کے مبرز میں جماع کرنے کے متعلق سوال کرینگے تم اُن سے کہدو کہ دبر میں جماع کرنا ضرر کا باعث ہے (خواہ حالت حیض میں ہو یا پاکی کے زمانہ میں) پس حالت حیض میں عورتوں سے جدا ہی رہو اور (ان کی شرمگاہ یا مبرز میں جماع کرنے کے ارادہ سے) اُن کے نزدیک نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہولیں پس جب وہ پاک ہو جائیں تو اُن سے اُسی مقام سے جماع کرو جس مقام سے خدا نے حکم دیا ہے (یعنی شرمگاہ میں نہ پاخانہ کے مقام میں اور جو لوگ اس میں مبتلا ہو چکے ہیں اگر وہ توبہ کریں) تو یقیناً خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس گناہ (وطی دبر) سے پاک رہنا پسند اور اختیار کریں۔

واضح ہو کہ اگرچہ بقول مجاہد کے اس آیت کا سبب نزول صرف سوال وطی دبر ہے۔ لیکن خداوند حکیم نے بسبب شدت مناسبت کے حرمت وطی دبر کو ہر حالت میں اور حرمت وطی شرمگاہ کو بحالت حیض دونوں بیان فرمادیا ہے قُلْ هُوَ أَذًى سے صرف وطی دبر کو منع کیا ہے خواہ حالت حیض میں ہو یا پاکی کی حالت میں۔ اسی وجہ سے اسمیں فی المحیض کی قید نہیں بڑھائی جس سے مقصود اس امر کو بیان کرنا ہے کی وطی دبر ہر حالت میں مضر ہے۔ فاعل و مفعول اور اولاد تینوں کے لئے

فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ جیساکہ ہم گزشتہ دلیل عقلی میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں
فِی الْمَحِیضِ سے حالت حیض میں صرف وطی شرمگاہ کو منع کیا ہے کیونکہ یہ بھی مضر
ہے جیساکہ دلیل عقلی میں بیان کیا گیا اور لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ سے
دونوں کو بالعموم منع کیا ہے اور مراد خداوند حکیم کی یہ ہے کہ عورتیں جب تک پاک
ہو لیں کسی قسم کے جماع کے ارادے سے اون کے نزدیک نہ جاؤ۔ لیکن چونکہ اس
ٹکڑے میں حتی یطہرن کی قید ہے اور ھُوَ اَذًی عموم میں صریح نہیں ہے۔
اسلئے یہ شبہہ پیدا ہو سکتا تھا کہ وطی دبر بھی حالت حیض ہی میں ممنوع ہے۔
اس واسطے فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ سے
اس شبہہ کو رفع کردیا اور اس امر کو کھول دیا کہ پاک ہو جانے کے بعد بھی وطی دبر
کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ شرمگاہ ہی میں وطی کرنا چاہیئے کیونکہ مامور بہ صرف
یہی ہے نہ دبر (جیساکہ ہم دلیل عقلی میں بیان کرچکے) صاحب مستند اور جواہر الکلام
تحریر فرماتے ہیں کہ آیت فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ میں مامور بہ
قُبُل اور دُبُر دونوں ہیں۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس مامور بہ میں دُبُر داخل نہیں
ہے جب بھی یہ آیت حرمت وطی دبر پر دلالت نہیں کرتی"۔
ہم عرض کرتے ہیں کہ جس تقریب سے ہم آیت کے معنے بیان کر آئے ہیں
حرمت وطی دبر کے ثبوت میں کسی کو شبہہ باقی نہیں رہ سکتا۔ لیکن اگر تھوڑی دیر
کے لئے ہمارے گزشتہ بیان سے چشم پوشی کرکے صرف اسلوب آیت پر نگاہ
ڈالی جائے تو شان نزول میں مجاہد کا بیان یعنی لوگوں کا وطی دبر سے سوال کرنا
اور خداوند حکیم کا جواب میں پہلے قُلْ هُوَ اَذًی فرمانا پھر پہلے بصیغہ امر اعتزلوا
سے جو وجوب جدائی کو بتاتا ہے اس جواب کی تاکید کرنا اور دونوں تاکیدوں کو
زمانہ حیض سے مقید کرنا پھر فَاْتُوْا کو جو رفع حرمت کے لئے ہے اِذَا تَطَهَّرْنَ
سے مشروط کرنا اس امر کو یقیناً بتا رہا ہے کہ جو چیز (قبل ہو یا دبر یا دونوں جیسا

کہ یہ حضرات فرما رہے ہیں) اصل میں جائز اور مباح ہے اوسکے جواز اور
ورا باحت کا زمانہ صرف پاکی کا زمانہ ہے حیض کے زمانہ میں یہ چیزیں مباح
نہیں ہیں۔ پس اگر مباح اور ماموربہ میں دبر بھی داخل سمجھا جائے جیسا کہ
یہ حضرات فرما رہے ہیں تو لازم آئیگا کہ وطی دبر کی اباحت بھی پاکی کے زمانہ
سے مقید ہو حالانکہ اس کے قائل وہ لوگ خود نہیں ہیں جو وطی دبر کو جائز
جانتے ہیں۔ علاوہ اسکے یہ بدیہی امر ہے کہ علاقہ زوجیت جو حضرت آدم
کے زمانہ سے اس وقت تک جاری ہے اور عرف اور شرع دونوں نے اسکو
جائز رکھا ہے اور اسکے اختیار پر ترغیب و تحریص کیگئی ہے۔ اس زوجیت
سے عرف اور شرع کا مقصود اونھیں تصرفات کو مباح اور جائز کرنا ہے جو
تصرفات غیر زوجہ میں جائز نہیں ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ
سوائے وطی دبر اور نگاہ بفرج کے کوئی تصرف ایسا نہیں ہے جسکے جواز
اور عدم جواز میں علماء نے اختلاف کیا ہو اور نگاہ بفرج یقیناً اس آیت میں
محل گفتگو نہیں ہے۔ پس اگر ان جائز تصرفات میں جو زوجہ کی ذات سے
تعلق رکھتے ہیں وطی دبر بھی داخل سمجھا جائے تو زمانہ حیض کی عارضی حرمت کو
برطرف کر دینے کے لیئے صرف فرمائش پروردگار عالم فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ
کافی تھا۔ لہذا مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ کا اضافہ لغو اور بیکار ٹھہرتا ہے
اور لغو و بیکار فعل ذات پروردگار کے لیئے محال اور قبیح اور فصاحت و بلاغت
قرآن مقدس پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ اس لیئے زِيَادَةُ الْمَبَانِيْ تَدُلُّ
عَلٰى زِيَادَةِ الْمَعَانِيْ یہ بتا رہا ہے کہ زوجہ میں پاکی کے زمانہ میں بھی بعض
تصرفات ممنوع ہیں اور وہ تصرف وطی دبر کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہے
لہذا ان حضرات کا وطی دبر کو ماموربہ میں داخل کرنا یا اوسکی حرمت میں خدشہ اور
شبہ پیدا کرنا محض بے وجہ ہے۔ صاحب جواہر رح نے اس امر کی تائید میں

کہ یہ آیت جواز وطی کو شرم گاہ میں منحصر نہیں کرتی۔ روایات حلت میں سے روایت ابن ابی یعفور مندرجہ نمبر ۲ و نمبر ۱۰ و روایت زرارہ مندرجہ نمبر ۱۱ کو پیش کیا ہے حالانکہ یہ روایتیں موید نہیں ہوسکتیں کیونکہ روایت ابن ابی یعفور نمبر ۲ ضعیف ہے اور معارض اوسکی دو صحیح السند حدیثیں ایک صحیحہ معمر بن خلاد دوسری صحیحہ علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ ہے اس لئے یہ روایت ضعیفہ ایسی دو صحیحہ کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ جنمیں آیت حرث کی تفسیر میں لَسْتُمْ تَعْنِيْ فِي اَدْبَارِهِنَّ اور فِي الْفُرُوْجِ کی قید بصراحت مذکور ہے اور روایت نمبر ۱۰ کی معارض روایت صفوان مندرجہ تفسیر عیاشی ہے اور روایت نمبر ۱۱ کی معارض روایت زرارہ مندرجہ تفسیر عیاشی اور صفوان اور زرارہ کی روایتوں میں قُبل کی قید بصراحت مذکور ہے اور چاروں مویدات جو مکرر ذکر کئے گئے ان دونوں کی تائید کرتے ہیں اس لئے روایت نمبر ۱۰ و ۱۱ ان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

ذکر موید آیت اس آیت کے حرمت وطی دبر پر دلالت کرنے کی موید وہ حدیث ہے جس کو جامع ترمذی باب تفسیر سورہ بقرہ صفحہ ۲۲۴ چھاپہ اصح المطابع میں اور تیسیر الوصول جلد اول کتاب التفسیر حرف تا صفحہ ۵۸ میں تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا اَهْلَكَكَ قَالَ حَوَّلْتُ رَحْلِيَ اللَّيْلَةَ قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ شَيْئًا قَالَ فَاُنْزِلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ اَقْبِلْ وَاَدْبِرْ وَاتَّقِ الدُّبُرَ وَالْحَيْضَةَ۔ الحدیث۔ یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ عمر خدمت حضرت

---

۵ علامہ ابن اثیر جو علماء اہلسنت میں نہایت جلیل القدر گزرے ہیں نہایہ میں لکھتے ہیں کہ لفظ رحل سے اونھوں نے زوجہ کو مراد لیا ہے ۱۲ منہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ہلاک ہوا حضرتؐ نے پوچھا کس چیز نے تم کو ہلاک کیا۔ عرض کیا کہ میں نے آج شب کو اپنے پالان کو الٹ لیا پس حضرتؐ نے کچھ جواب دیا پس آیت نساءکم حرث لکم آہ نازل ہوئی جس سے مقصود یہ ہے کہ فرج میں خواہ آگے سے کرو یا پیچھے سے لیکن دبر سے ہر حال میں اور فرج سے زمانہ حیض میں بچتے رہو۔ علامہ ابن حجر تقریب التہذیب میں اسکے کل راویوں کو ثقہ اور صدوق لکھ رہے ہیں

بیان تائید

بیان تائید یہ ہے کہ مجاہد نے بصراحت بیان کیا ہے کہ اہل جاہلیت اس فعل کو جائز جانتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خلیفہ صاحب کے ارتکاب سے پہلے یہ مسئلہ پوچھا جا چکا تھا اور آیت نازل ہو چکی تھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جائز فعل آخرت میں ہلاکت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ پس اگر یہ غیر فطری حرکت آیت نِسَاؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ کے نزول اور خلیفہ صاحب کے تحویل رحل کے پہلے شرعاً حرام نہ کی گئی ہوتی تو خلیفہ صاحب کے تشویش اور اضطراب اور قطعی طور پر بلفظ ھَلَکْتُ تعبیر کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آیت حرث کے نازل ہونے سے پہلے سوا اس آیت کے اس مسئلہ کے متعلق کوئی دوسری آیت نازل نہیں ہوئی جو حرمت کو بتاتی ہو۔ اس لئے وطی دبر کی حرمت کو بتانے والی یہی آیت ہے نہ غیر اور خلیفہ صاحب نے بھی اس غیر فطری حرکت کی حرمت کو اسی آیت سے سمجھا نہ کسی دوسری آیت سے۔ فخر الدین رازی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے حَوَّلْتُ رَحْلِی سے فرج میں پیچھے سے کرنا مراد لیا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ متعدد روایتوں میں بصراحت مذکور ہے کہ فرج میں پیچھے سے کرنے کے مہاجرین پہلے ہی سے عادی تھے۔ اور حضرت سرور عالم نے بھی کبھی اس سے منع نہیں فرمایا۔ پس غیر ممنوع معتاد چیز کے کرنے پر اضطراب کرنا اور اس کو سبب

ہلاکت سمجھنا غیر معقول ہے لہذا معلوم ہوا کہ حُولٰتُ تَحِلِّی سے خلیفہ صاحب کی غرض وطی دبر ہی ہے جو پہلی آیت سے ممنوع ہو چکی تھی اور اس سے یہی معنی اکثر علماء نے بھی سمجھا ہے اور شاہد اس پر یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر جن کے گھر کا واقعہ ہے متعدد روایتوں میں بیان کرتے ہیں کہ آیت حرث کے نازل ہونے کا سبب وطی دبر ہی ہے اور اس روایت ترمذی میں اقبل وادبر کے بعد واتق الدبر کا اضافہ بھی اسی معنی کے مراد ہونے کو بتا رہا ہے ورنہ اقبل وادبر کے بعد مطلب ختم ہو چکا تھا۔ اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔

رفع شبہ ہاں اگر کوئی شخص یہ شبہ پیدا کرے کہ اگر خلیفہ دوم اس آیت سے حرمت وطی دبر کو سمجھ چکے ہوتے تو پھر مرتکب ہونے پر جرات ہرگز نہ کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اپنے ارادے اور خیالات میں بہت سخت تھے جن ممنوعات کے عادی ہو چکے تھے اون کے متعلق جب تک دو دو تین تین مرتبہ بارگاہ پروردگار سے ممانعت نہ ہوتی تھی اونکو چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شراب کے بارے میں خود انھیں کی خواہش پر آیت یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ نازل ہوئی اور حضرت نے ان کو بلا کر سُنا دیا (لیکن پینا نہ چھوڑا) اور کہا کہ پروردگارا شراب کے بارے میں بیان شافی بھیج پھر آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى نازل کیگئی اور حضرت نے انکو بلا کر سُنا دیا (لیکن پینا نہ چھوڑا) اور کہا کہ خداوندا شراب کے بارے میں بیان شافی بھیج پھر آیت اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ تک نازل کی گئی اور حضرت نے بلا کر انکو سنا دیا اوس وقت کہا اِنْتَهَيْنَا اِنْتَهَيْنَا یعنی اب ہم نے چھوڑا اب ہم نے چھوڑا (ترمذی[1] باب تفسیر سورہ مائدہ صفحہ ۴۳۲ چھاپہ

[1] ترمذی صحاح ستہ میں داخل ہے ۱۲ منہ

اصح المطابع) صاحب ترمذی لکھتے ہیں کہ یہ روایت بہت صحیح ہے"۔ اور اس حدیث کو صاحب مستطرف نے کچھ اضافہ کے ساتھ لکھا ہے ان تینوں آیتوں کے نزول میں چھ سال تک طول کھینچا ہے اور خلیفہ صاحب پہلی آیت کے نزول کے بعد چھ سال تک پیتے رہے۔ ہم نے اس واقعہ کو مرشدامت میں تفصیل تمام لکھا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اس آیت سے حرمت وطی دبر بے شبہ ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا خلاف انصاف اور محض بے وجہ ہے۔

دوسری آیت نِسَاۤؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ بقرہ پ ۲ آیت ۲۲۳)

شانِ نزول اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بروایت ابن عباس ایک تو خلیفہ دوم صاحب کی غیر فطری حرکت تھی جو پہلی آیت کی تائید میں بسند معتبر ذکر کی گئی اسکے علاوہ دو سبب دوسرے بھی لکھے گئے ہیں لیکن چونکہ ایک آیت کا کئی دفعہ نازل ہونا معقول نہیں ہے۔ اس لئے کل واقعوں کو جدا جدا سبب نزول قرار دینا بے معنی ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کل سببوں کے بعد نازل ہوئی ہو۔

آیت کے بعض لفظوں کے معنی حرث کا معنی کھیت ہے اور انّٰی کے لغت میں تین معنی ذکر کئے گئے ہیں۔ مقام اور زمانہ اور طرق۔ لیکن چونکہ معلوم ہے کہ اس آیت میں تینوں معنی مقصود نہیں ہیں اس لئے اس امر کو سمجھنا کہ ان تینوں معانی میں سے کون سا معنی اس آیت میں مراد پروردگار ہے تفسیر پر موقوف ہے اور شان نزول میں جو ابن عباس کی روایت ذکر کی گئی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ انّٰی

سے مقصود ظرف ہے یعنی جس طرف سے چاہے کرے لیکن شرم گاہ میں
کیونکہ اس روایت میں تصریح کردی گئی ہے کہ آگے سے کرو یا پیچھے اور مبرز
سے ہر حال میں اور شرم گاہ سے حالت حیض میں بچنے کو امر اتّق فرماکر
واجب کردیا ہے اور تفسیر اہلبیتؑ میں بھی بصراحت مذکور ہے کہ انّیٰ سے مقصود
زمانہ ہے۔ چنانچہ علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ انّیٰ
شِئْتُمْ سے مقصود مَتٰی شِئْتُمْ ہے یعنی جب چاہو کیونکہ حضرت جعفر صادق
علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ:- اَنّٰی شِئْتُمْ اَیْ مَتٰی شِئْتُمْ فِی الْفَرْجِ وَالدَّلِیْلُ
عَلٰی قَوْلِہٖ فِی الْفَرْجِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی نِسَاۤؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ وَالْحَرْثُ
الزَّرْعُ وَالزَّرْعُ الْفَرْجُ فِیْ مَوْضِعِ الْوَلَدِ یعنی اَنّٰی شِئْتُمْ سے مقصود
یہ ہے کہ جب چاہو شرم گاہ میں جماع کرو۔ علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں
کہ حضرت نے جو شرم گاہ کی قید بڑھائی ہے اس کا ثبوت کلام پروردگار
نِسَاۤؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ ہے کیونکہ حرث کھیت کو کہتے ہیں اور عورتوں کے جسم میں
کھیت شرم گاہ ہی ہے جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام دوسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اَنّٰی شِئْتُمْ
سے مقصود اَیَّ سَاعَۃٍ شِئْتُمْ ہے یعنی جس وقت چاہو کرو۔

اور حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے
اس آیت میں پاخانہ کا مقام مراد نہیں لیا ہے۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد
فرماتے ہیں کہ مراد پروردگار شرم گاہ میں جماع کرنا ہے۔

اور علماء اہلسنت میں سے صاحب ترمذی لکھتے ہیں کہ ام المومنین جناب ام سلمہ
نے فرمایا اَنّٰی شِئْتُمْ یعنی صِمَامًا وَّاحِدًا یعنی خداوند عالم کا مقصود اَنّٰی شِئْتُمْ
سے یہ ہے کہ ایک ہی سوراخ میں کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی باب تفسیر
سورہ بقرہ ص۲۳ چھاپہ اصح المطابع) اور صاحب تیسیر الوصول لکھتے ہیں اَنّٰی

شِئْتُمْ مُقْبِلَاتٍ وَ مُدْبِرَاتٍ وَ مُسْتَلْقِيَاتٍ يَعْنِي بِذَالِكَ مَوْضِعَ الْوَلَدِ یعنی اَنّٰی شِئْتُمْ سے مقصود یہ ہے کہ خواہ کروٹ لٹا کر آگے سے کرو خواہ پیچھے سے یا چت لٹا لو اور مراد خدا وہ مقام ہے جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے (تیسیر الوصول کتاب التفسیر جلد اول حرف تا ص۹۵) اور صاحب کشف الغمہ امام اہلسنت عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے بیان کیا کہ اَنّٰی شِئْتُمْ سے مقصود یہ ہے کہ خواہ آگے سے کرو یا پیچھے سے لیکن شرم گاہ میں کرو جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے (کشف الغمہ جلد ۲ کتاب النکاح باب تحریم اتیان المرأة فی دبرہا ص۶۷ چھاپہ مصر)

آیت کا معنی

اوس تفصیل کے بنا پر جو بعض الفاظ کے معنی میں ذکر کی گئی پہلی آیت کے معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ عورتیں تمہارے لئے کھیت ہیں۔ پس اپنے کھیت میں (زمانہ حیض کے سوا) جب چاہو آؤ یعنی جب چاہو ان سے ہم بستری کرو لیکن صرف شرم گاہ میں (کیونکہ دبر میں کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اولاد حاصل کرو (جو تمہارے لئے ذخیرۂ آخرت ہوں) اور (وطی دبر کے بارے میں) خدا سے ڈرو اور سمجھ رکھو کہ تم خدا کی بارگاہ میں جاؤگے اور اے رسولؐ مومنوں کو (جو ہمارے مطیع اور فرماں بردار ہیں) بہشت اور ثواب کی بشارت دو۔ قدموا لانفسکم کے دوسرے چند معنی بھی لکھے گئے ہیں لیکن آیت حرث سے اونکو کوئی ربط نہیں ہے۔

صاحب جواہرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ آیت حرث میں خود عورتوں کو لفظ حرث سے موسوم کرنا مقصود ہے کیونکہ وہ موضع حرث یعنی کھیت سے مشابہ ہیں اسکے بعد خدا نے اُن سے مقاربت کو مباح کیا ہے جس راہ سے چاہیں اور یہ اباحت موضع حرث یعنی شرم گاہ کی خصوصیت کو نہیں چاہتی اسی وجہ سے تفخیذ وغیرہ جائز ہے پس بہتر ہے کہ روایات ممانعت کراہت پر محمول کی جائیں۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ عورتوں کا تسمیہ لفظ حرث ۱ سے بلحاظ ادنکی ذات کے نہیں ہے بلکہ بلحاظ صفت حرث کے ہے کیونکہ حرث مصدر ہے جس کا معنی بیج ڈالنا ہے۔ اور استعمال اس کا کھیت اور شرم گاہ میں بحذف مضاف یعنی لفظ موضع یا مکان مجازاً اور مبالغۃً ہے مثل زیدٌ عدلٌ کے شدت اختصاص کی وجہ سے کیونکہ ان دونوں سے سوا طلب رزق اور طلب اولاد کے دوسرا کوئی امر مطلوب نہیں ہے اور نہ سوا ان دونوں کے بغرض پیدا وار کسی دوسری چیز میں تخم ریزی کی اہلیت ہے۔ اور لفظ حرث کا اطلاق خود عورتوں پر مجاز در مجاز ہے استعمال لفظ مستعمل للجزء فی الکل کے قبیل سے لیکن نہ اس لحاظ سے کہ عورت عورت ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ عورت محل زرع و تخم ریزی اور اس بنا پر جملہ فاتوا حرثکم آہ سے مقصود وطی دبر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تفخیذ وغیرہ کی اجازت نہ اس لحاظ سے ہے کہ یہ بھی ایک صورت یا ایک جگہ تخم ریزی کی ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ صور ملاعبت میں سے ایک صورت یہ بھی ہے۔ اس لئے آیت حرث القاء بذر یعنی نطفہ کے ارادے کے وقت تصرف شرم گاہ ہی کی خصوصیت کو بتاتی ہے۔ لہذا مرحوم کی فرمائش ثُمَّ اَبَاحَ اِتْیَانَهَا اَنّٰی شِئْتُمْ ممنوع اور محتاج دلیل ہے جو ابھی تک قائم نہیں ہوئی۔

واضح ہو کہ اس بات کو دنیا جانتی ہے کہ بغیر کسی غرض کے کسی شخص کو بجائے نام کے اوسکی صفت سے تعبیر کرنا عقلاء بھی پسند نہیں کرتے اور بے محل سمجھتے ہیں چہ جائیکہ خداوند حکیم کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کسی شخص کی صرف ذات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے تو نام لیتے ہیں اور جب اوسکی کسی صفت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے تو اوسی صفت سے تعبیر کرتے ہیں اگر آپ کو کسی چور کی چوری کو چھپانا مقصود ہو تو آپ اوسکو چور کہ کر کبھی نہ پکاریں گے اور اگر اوسکی اس صفت کو ظاہر کرنا مقصود ہو تو چور ہی کہ کر پکاریں گے۔ خداوند حکیم و فصیح و بلیغ کو اگر فرج

اور مبرز دونوں کی حلت کو بیان کرنا مقصود ہوتا تو اپنی معجز کتاب میں مختصر تعبیر یعنی فاتوا النسائکم کو چھوڑ کر نہ تو اس طویل عبارت کو اختیار کرتا اور نہ بجائے نساء کے وصف حرث کو۔ بلکہ پہلی آیت میں فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ کے نازل ہونے کے بعد اس آیت کو نازل کرنے ہی کی ضرورت نہ تھی خلیفہ دوم کے اھلکت کا جواب حضرت سرورعالم فرما دیتے کہ نہ گھبراؤ دونوں جائز ہے۔ بادجود اس کے ایک تو اس آیت کو نازل کرنے دوسرے طویل عبارت اختیار کرنے تیسرے بجائے نساء کے وصف حرث لانے سے ایک تو پہلی آیت کے معنی یعنی حرمت لواطہ کی تاکید مقصود تھی دوسرے اس امر کو ظاہر کرنا کہ شہوت پرستی ناپسندیدہ اور بہیمی صفت ہے اور عورتیں شہوت پرستی کے لیے نہیں پیدا کی گئیں تاکہ ان کو جس طرح چاہو مصرف میں لاؤ تیسرے غیر فطری حرکت کرنے والوں کی تحمیق اور تسفیہ مقصود تھی وہ اس طرح کہ عورتیں بمنزلہ کھیت کے ہیں۔ بیج کو عقلاء کھیت میں ڈالتے ہیں کوئی عاقل بیج کو سڑے ہوئے کیچڑ میں ڈالنا تجویز نہیں کرتا جس میں پڑ کر بیج بھی سڑ جائے بلکہ اس غیر فطری حرکت کو جانور بھی پسند نہیں کرتے۔ دنیا میں کسی ایسے جانور کا پتہ نہیں مل سکتا جو ایسے غیر فطری حرکت میں کبھی مبتلا ہوا ہو۔ پس یہ خصوصیتیں بتا رہی ہیں کہ اس آیت میں بھی خداوند حکیم نے عمل عرف و عقلاء کو مثال میں پیش کر کے وطی اشترگاہ کی تعیین اور وطی دبر کی مبغوضیت کو بیان کرنا چاہا ہے لہذا اگر کوئی شخص خواہ مخواہ اس سے انکار ہی کرنا چاہے تو اس آیت سے وطی دبر کا جواز بھی ثابت نہیں کر سکتا۔

تیسری آیت اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاۗءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔

آیت کا معنی — کیا تم ایسا گناہ کرتے ہو جو بے حد بُرا ہے تم سے پہلے کسی نے اس کام کو نہیں کیا (پھر اوس گناہ عظیم کو بیان کر رہا ہے کہ) کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر (جو تمہارے لئے حلال ہیں) مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو تم لوگ (ظلم و فساد میں) حد سے گزر گئے ہو۔ (سورہ اعراف پ۸ - آیت ۸۰ و ۸۱)

بیان دلالت نمبر ۱:- اس میں شک نہیں ہے کہ خداوند عالم کو نسل بنی آدم کی ترقی نہایت درجہ محبوب اور مطلوب ہے اور یہ امر بھی بدیہی ہے کہ نسل کی ترقی کو خداوند حکیم نے مرد اور عورت کی باہمی معاشرت پر موقوف رکھا ہے جس طرح حکیم علی الاطلاق عز اسمہ نے ہر عضو کو اوس کے افعال کے لئے کامل ذریعہ اور مستقل مالک قرار دیا ہے اور اُن افعال میں اون کا قائم مقام کوئی دوسرا عضو نہیں ہو سکتا اوسی طرح شرم گاہ کو ترقی نسل کے لئے اس کا بھی قائم مقام کوئی دوسرا عضو نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ سوا ترقی نسل کے مرد اپنے کسی حاجت میں عورتوں کا محتاج نہیں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عورتوں کو پیدا کرنے سے خداوند حکیم کی غرض صرف نسل کی ترقی ہے جو اوس مقدس ہستی کا بہت بڑا مطلوب ہے اور اوس خاص مقام کو معطل رکھنا یا نطفہ کو بے محل برباد کرنا اوس کے نزدیک نہایت درجہ مبغوض ہے اور اوسکی بہت بڑی غرض کے فوت ہونے کا سبب۔ اسی وجہ سے چار ماہ سے زائد اوس کو بغیر عذر کے معطل رکھنا اور استمنا کرنا اور بہائم کے ساتھ مبتلا ہونا شرعاً حرام قرار دیا گیا اور وجہ بھی یہی بیان کی گئی ہے کہ قطع نسل کا سبب ہے۔ جیساکہ آئندہ بیان کیا جائیگا۔ علاوہ اس کے کہ اس فعل سے عورت کی خواہش پوری نہیں ہوتی جو اولاً اوسکے حق کی تضیع کا سبب ہے جس حق کی حفاظت کے لئے بغیر اوسکی رضا کے نطفہ کو رحم سے باہر گرانا ممنوع

ہوا - دوسرے اوسکے آوارہ ہوجانیکا سبب ہے جیساکہ مجبور لوگوں کی بیبیوں کے واقعات دیکھے اور سُنے جارہے ہیں۔

نمبر۲:- اگر نسل کی ترقی مقصود نہ ہوتی تو جس طرح عورت کو پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی اور پیدا نہ کرتا اوسی طرح مرد کو یہ قوت شہوانی بھی عطا نہ کرتا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قوت شہوانی صرف اوسی مقام کی ملکیت ہے اور اوس مقام کے سوا اس قوت کو صرف کرنے کے لئے کوئی دوسرا محل نہیں پس یہ آیت اگرچہ مرد کے ساتھ لواطہ سے تعلق رکھتی ہے لیکن تین وجہیں اس کو ہمارے محل کلام یعنی وطی دبر سے بھی مربوط کردیتی ہیں۔ پہلی وجہ تقریر نمبر۱ ہے یعنی نسل کی بربادی جو خدا کے نزدیک مبغوض ہے اوسمیں مرد اور عورت دونوں کا مبرز ایک اثر رکھتا ہے۔ لہذا جیسے مرد کے ساتھ لواطہ مبغوض ہے اوسی طرح عورت کے ساتھ بھی ہونا چاہئے۔ یہ علت حدیثوں میں بیان کیجائیگی۔ اور دوسری وجہ تقریر نمبر۲ ہے جو ابھی گزری کہ قوت شہوانیہ عورت کے مقام خاص کیلئے پیدا کی گئی اور اوسی کی ملکیت ہے اسمیں نہ مرد کے کسی عضو کا حق ہے نہ عورتوں کے۔ لہذا جس طرح مرد کے جسم میں اوس کو صرف کرنا ظلم اور اسراف اور حد سے تجاوز کرنا ہے جس پر قرآن میں تہدید کی گئی ہے۔ اوسی طرح عورت کے کسی غیر عضو میں صرف کرنا۔ اور تیسری وجہ فرمایش حضرت امیر مومنان علیہ السلام ہے کسی نے حضرت سے پوچھا کہ عورتوں کے مبرز میں جماع کیا جاسکتا ہے تو فرمایا کہ کیسی ذلیل بات پوچھی خدا تجھے ذلیل کرے۔ کیا نہیں سُنا ہے فرمائش پروردگار اَتَاتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ مَا سَبَقَکُمْ بِھَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِیْنَ کو جس سے معلوم ہوا کہ سبب نزول اس کا اگرچہ خاص ہے لیکن معنی اس کا مرد اور عورت دونوں کے لئے عام ہے۔

حرمت وطی دبر کی چوتھی دلیل حدیثیں ہیں

نمبرا:۔ عبداللہ بن مسعود صحابی بیان

احادیث حرمت بطریق اہلسنت

کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ عورتوں کے مبرز میں جماع نہ کرو (درمنثور) نمبر۲:۔ عقبہ ابن عامر صحابی کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ جو شخص عورتوں کے مبرز میں جماع کرے وہ ملعون ہے (درمنثور) نمبر۳:۔ ابوہریرہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص عورت کے مبرز میں جماع کرے وہ ملعون ہے۔ نمبر۴:۔ عبداللہ بن عباس صحابی بیان کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مرد یا عورت کے مبرز میں جماع کرے خداوند عالم اوس پر رحمت کی نظر نہیں ڈالتا (تیسیر الوصول[1] ہر دو نمبر) نمبر۵:۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص صحابی نے بیان کیا کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ بی بی کے مبرز میں جماع کرنا چھوٹا لواطہ نمبر۶:۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ مردوں یا عورتوں کے مبرز میں جماع کرنا کفر ہے نمبر۷:۔ جناب ام سلمہؓ زوجہ حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ آیت حَرْثٌ لَّكُمْ میں اَنّٰى شِئْتُمْ سے مقصود صرف ایک سوراخ ہے یعنی شرمگاہ نمبر۸:۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اس آیت میں اَنّٰى شِئْتُمْ سے مقصود بچہ پیدا ہونے کی راہ ہے۔ کتب صحاح اور غیر صحاح میں حرمت دبر کے متعلق حضرت سرور عالم سے یہی آٹھ حدیثیں ہیں جن کو ان کے اکثر علماء نے قبول نہیں کیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ ایک جماعت صحابہ اور تابعین اور بزرگان دین اہلسنت نے ان حدیثوں کے برخلاف حلت کا فتویٰ دیا اور اکثر عمل بھی کرتے رہے اور امام شافعی نے صاف کہہ دیا کہ اسکی حرمت میں

---

[1] تیسیر الوصول میں صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کیگئی ہیں۔ ۱۲ منہ

حضرت سرور عالمؐ سے کوئی حدیث صحیح منقول نہیں ہوئی ہے۔

احادیث حلت بطریق اہلسنت

نمبر۱:- نافع کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے نساءکم حرث لکم کو پڑھا تو عبداللہ بن عمر نے کہا جانتے ہو کس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی میں نے کہا نہیں تو کہا اونھوں نے کہ وطی دبر کے متعلق (درمنثور بروایت[1] اسحاق بن راہویہ اور بخاری[2] اور ابن جریر[3] نافع سے) نمبر۲:- سوال کیا گیا عبداللہ بن عمر سے کہ فاتوا حرثکم کا کیا معنی کہا وطی کرنا دبر میں (درمنثور بروایت بخاری[1] و ابن جریر[2]) نمبر۳:- عبداللہ بن عمر نے حرث لکم کی تفسیر میں بیان کیا کہ چاہے شرمگاہ میں کرے چاہے مبرز میں (درمنثور بروایت خطیب ابن عمر سے) نمبر۴:- ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بی بی سے اوسکے مبرز میں جماع کیا تو لوگوں نے اوسکو برا سمجھا اور اوس کو اس حرکت سے روکا تو خدا نے نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ کو نازل فرمایا (درمنثور بروایت[1] ابن جریر و طبرانی[2] و ابن مردویہ[3] و ابن نجار[4]) نمبر۵:- عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک انصاری عورت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس بارہ میں اپنے شوہر کی شکایت کرنے لگی تو آیت نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ نازل ہوئی (درمنثور بروایت[1] خطیب ابن عمر سے) نمبر۶:- ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بی بی سے وطی دبر کر کے غمگین ہوا تو آیت حَرْثٌ لَّکُمْ نازل کی گئی (درمنثور بروایت[1] نسائی و ابن جریر[2] ابن عمر سے) نمبر۷:- نافع کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ اے نافع تمسک کرو مصحف سے اور پڑھا آیت نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ کو اور کہا جانتے ہو کس بارہ میں نازل ہوئی میں نے کہا نہیں کہا کہ نازل ہوئی ایک انصاری کے حق میں جس نے اپنی بی بی کے دبر میں جماع کیا تھا پس برا معلوم ہوا لوگوں کو پس نازل کیا خدا نے نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ

کو ۔ تو میں نے عبد اللہ سے پوچھا کہ کیا مراد اس سے یہ ہے کہ پیچھے سے
شرم گاہ میں جماع کرے تو عبد اللہ نے کہا نہیں بلکہ مبرز میں (درمنثور بروایت
دار قطنی احمدؒ بن سعید سے اور بروایت ابو ثابت عبد اللہؒ بن عمر بن حفص اور
ابنؒ ابی ذویب اور مالکؒ بن انس سے ان سب نے ابن عمر سے) نمبر۹:
عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی عورت کے دبر میں جماع کیا تو خدا
نے آیت حَرۡثٌ لَّکُمۡ کو نازل کیا (درمنثور بروایت احمدؒ بن عبدوس و علی بن
جعد و ابنؒ ابی ذویب ابن عمر سے) نمبر۱۰:۔ نافع کہتے ہیں کہ پڑھا عبد اللہ
ابن عمر نے اس سورہ (یعنی سورہ بقرہ) کو پس پہونچے وہ آیت نِسَآؤُکُمۡ
حَرۡثٌ لَّکُمۡ تک پس کہا مجھ سے کہ آیا جانتے ہو کہ یہ آیت کس بارے
میں نازل ہوئی میں نے کہا نہیں ۔ کہا ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے
جنھوں نے عورتوں کے مبرز میں مقاربت کرلی تھی (درمنثور بروایت طبرانی
و ابنؒ مردویہ و احمد بن اسامہ نافع سے) نمبر۱۱:۔ نافع کہتے ہیں کہ کہا
ابن عمر نے کہ اے نافع تمسک کرو مصحف سے پس پڑھا تا اینکہ پہونچے
آیت حَرۡثٌ لَّکُمۡ تک پس کہا کہ اے نافع جانتے ہو کہ کس کے بارے میں
یہ آیت نازل ہوئی ہے ۔ میں نے کہا نہیں کہا کہ ایک مرد انصاری کے حق
میں نازل ہوئی جس نے اپنی بی بی کے مبرز میں مقاربت کی پھر اس فعل سے
غمگین ہوا ۔ فرمایا حضرت سرور عالم نے کہ خدا نے نازل کیا اس آیت کو۔
(درمنثور بروایت دار قطنی در علیح غرائب مالک میں ابو مصعب اور اسحاقؒ
بن محمد قرویشی سے اور ان دونوں نے نافع سے اونھوں نے بن عمر سے)
دار قطنی کہتے ہیں کہ یہ روایت ثابت ہے مالک سے ۔ اور ابن عبد البر کہتے
ہیں کہ یہ روایت ابن عمر سے صحیح و مشہور و معروف ہے ۔ نمبر۱۱:۔ ابو سعید خدری
صحابی کہتے ہیں کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے مبرز میں مقاربت کی ۔ پس ملامت

کیا اوس کو لوگوں نے اس فعل سے پس نازل کیا خدا نے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ کو
(در منثور بروایت ابن راہویہ و ابو یعلے و ابن جریر و طحاوی و ابن مردویہ بسند
حسن (یعنی مقبول) ابو سعید خدری سے) - چونکہ ان حدیثوں میں سبب نزول
کئی واقعے مذکور ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ ایک آیت کا کئی مرتبہ نازل ہونا بے معنی ہے
اس لئے کہنا چاہئے کہ بشرط صحت تعدد واقعات کل واقعات کے واقع ہوجانے کے
بعد یہ آیت نازل کی گئی۔

امام قسطلانی کا کلام شروع کتاب میں گذر چکا کہ نُقِلَ اِبَاحَةُ ذَالِكَ
عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ السَّلَفِ بِهٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ وَبِظَاهِرِ الْاٰيَةِ یعنی علماء
سلف میں سے ایک جماعت نے انھیں حدیثوں اور آیت کے ظاہری معنی کو
دلیل قرار دیکر وطی دبر کو جائز سمجھا ہے۔ پس جس آیت کو اونھوں نے ذکر کیا ہے۔
اوس سے آیت حرث مقصود ہے اور جن حدیثوں کی طرف اشارہ کیا ہے اون سے
یہی تیسوں حدیثیں مقصود ہیں جو بلحاظ اتحاد مضمون کے بغرض اختصار گیارہ
نمبروں میں ذکر کیگئی ہیں۔

اگرچہ ان حدیثوں میں سے اکثر کی دلالت وطی دبر کے جواز پر نا تمام ہے لیکن
اکثر علماء سلف اہلسنت نے باوجود نا تمام ہونے کے انھیں پر اعتماد کر کے جواز وطی
دبر کا فتوے دیدیا ہے اور عمل بھی کرتے رہے ہیں۔

تنبیہ :- ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ آیت کے نازل ہونے کا سبب کئی واقعہ
مستقل طور پر نہیں ہوسکتا لیکن ان حدیثوں میں شان نزول والی حدیثوں کو
اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ وطی دبر کو جائز جاننے والوں نے اونکو اپنی دلیل
قرار دی ہے ۲- عبد اللہ بن عمر اور امام مالک کی یہ تصریح کہ آیت حرث وطی دبر
کی اجازت کے لئے نازل کی گئی اور صحابہ اور تابعین اور فقہاء و محدثین کا اس
آیت اور ان حدیثوں پر اعتماد کر کے جواز کا فتوے دینا اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ

اگرچہ خلیفہ دوم اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مضطرب ہوئے اور هلکت کہا لیکن اجازت مل جانے کے بعد اپنے فتوائے جواز پر ضرور قائم رہے ہوں گے۔ اسی بنا پر انکو جائز جاننے والوں کی فہرست میں داخل کیا گیا ہے۔

اصالت حرمت اور حکم عقل اور کتاب خدا

احادیث حرمت بطریق شیعہ کے بعد حرمت وطی دبر پر دلالت کرنے والی حدیثیں انتالیس ہیں جو ترپن سندوں سے منقول ہوئی ہیں یہ حدیثیں حلت کی حدیثوں سے عدداً بھی بہت زیادہ ہیں اور اکثر کی سندیں بھی معتبر ہیں اور اکثر علمار کرام خصوصاً اکثر متقدمین نے جو زمانہ ائمہ سے نزدیک تھے اُن پر عمل بھی کیا ہے اور انکی دلالت بھی خدشہ سے پاک ہے اور تینوں مذکورہ بالا دلیلیں انکی تقویت بھی کرتی ہیں اور حرمت دبر کے متعلق تواتر معنوی کی حد تک پہونچ گئی ہیں اور بعموم علت (یعنی سبب حرمت کے عام ہونے کے لحاظ سے) حرمت وطی بہائم اور حرمت استمنا کی حدیثیں اور قاعدۂ احتیاط بھی اسکی تائید کرتی ہیں۔ اس لئے حلت کی حدیثیں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ ان حدیثوں میں ستائیس حدیثیں عام ہیں۔ تین معنی کے لحاظ سے جنمیں بغیر قید عورت و مرد کے لفظ دبر اور لواطہ وارد ہوا ہے اور لواطہ کا معنی وطی دبر ہے بغیر قید زن و مرد کے (مجمع البحرین) اس لئے یہ عموم اطلاقی مرد اور عورت دونوں کے دبر کو شامل ہے۔ اور چوبیس حدیثیں عام ہیں عموم علت کے لحاظ سے۔ **اور باقی ۱۲ حدیثیں خاص ہیں** ۔ یعنی خاص عورتوں کے وطی دبر کے بارے میں منقول ہوئی ہیں۔ عام حدیثوں میں سے بغرض اختصار صرف ضروری حدیثیں نقل کی جائینگی اور خاص حدیثیں کل۔ لیکن مضمون ہر ایک کا بقدر حاجت۔ اسلئے کہ اس تحریر کو طول دینا مقصود نہیں ہے۔

حرمت کی عام حدیثیں ۱۔ روایۃ یونس۔ بعض اصحاب سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حرمۃ اللہ

اَعْظَمُ مِنْ حُرْمَةِ الْفَرْجِ یعنی دبر کی حرمت شرمگاہ کی حرمت سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے دبر کی حرمت کی وجہ سے ایک قوم کو ہلاک کیا لیکن شرمگاہ کی حرمت کی وجہ سے کسی قوم کو ہلاک نہیں کیا زیادتی عظمت کا سبب یہ ہے کہ وطی دبر طرح طرح کے امراض کا باعث ہوتا ہے۔ اور قطع نسل کا سبب ہے اور مرد کے ساتھ کرنے میں اوسکی نسبی اور رضاعی اکثر محرم عورتیں کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں جو دائرہ کثرت نسل کے تنگ ہو جانے کا باعث ہے اور زنا میں زنازادگی کے قبائح کے علاوہ کوئی دوسری خرابی نہیں پیدا ہوتی نسل منقطع نہیں ہوتی اور زنازادہ کی اولادیں جو بعقد صحیح حاصل ہوں حلال زادہ سمجھی جاتی ہیں۔

۲ صحیحہ میمون البان فرمایا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ جو شخص لواطہ پر مصر ہو اور مر جائے تو اوسکی موت نہ ہوگی جب تک خدا اوس پر پتھر نہ برسائے جس کو کوئی نہ دیکھے اور اوسی سے اوسکی موت واقع ہو۔ ۳ صدوق علیہ الرحمہ عقاب الاعمال میں ارشاد فرماتے ہیں کہ معصوم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو دو مرتبہ سنگسار کرنا (پتھر برسانا یہاں تک کہ مر جائے) ممکن ہوتا تو لواطہ کرنے والے دو مرتبہ سنگسار کئے جاتے۔

وطی دبر کی حرمت کا سبب ۱ بروایۃ محمد بن سنان حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ لواطہ اس وجہ سے حرام کیا گیا کہ یہ نسل کے قطع ہو جانے اور نظم عالم کے بگڑ جانے اور دنیا کے برباد ہونے کا سبب ہے۔ ۲ بروایت احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ لواطہ نسل کے قطع اور شرمگاہوں کے معطل اور بیکار ہو جانے کا سبب ہے۔ اور اس کو جائز کر دینے میں

بہت سی خرابیاں ہیں۔
ان دونوں حدیثوں میں جو چیزیں سبب حرمت بیان کیگئی ہیں وہ مرد اور عورت دونوں کے ساتھ لواطہ کرنے کو شامل ہیں۔ اس لئے وہ آیتیں اور حدیثیں جو خاص مردوں کے ساتھ لواطہ کی حرمت کو بتاتی ہیں علت کے عام ہونے کی وجہ سے عورتوں کے ساتھ لواطہ کی حرمت کو بھی ثابت کرینگی۔ علاوہ اتحاد علت کے شاہد اور مؤید اسکی روایت زید بن ثابت ہے جو آئندہ مذکور ہوگی۔ جس میں عورت کے دبر کے متعلق سوال کیا گیا ہے اور حضرت امیر علیہ السلام نے حرمت کو اوس آیت سے بیان کیا ہے جو مردوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اگرچہ سنداً ان دونوں روایتوں کی ضعیف ہے لیکن حکم عقل ان کے مضمون کی تقویت کر رہا ہے۔

حرمت کی خاص حدیثیں

۱۔ حدیث:۔ معمر بن خلاد بسند صحیح حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے (معمر کو ٹوک کر خود ہی) پوچھا کہ اہل سنت وطی دبر کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ معمر نے کہا کہ بَلَغَنِیْ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ لَا یَرَوْنَ بِهٖ بَاْسًا یعنی ہمکو معلوم ہوا ہے کہ اہل مدینہ اس کو جائز جانتے ہیں تو حضرتؑ نے فرمایا کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ اگر عورتوں کی شرمگاہوں میں پیچھے سے کیا جائے تو لڑکا ڈیرا پیدا ہوگا تو خدا نے نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ نازل فرما کر یہودیوں کے خیال کی غلطی کو ظاہر کیا ہے اور اَنّٰى شِئْتُمْ سے مقصود مِنْ خَلْفٍ اَوْ قُدَّامٍ ہے خِلَافًا لِقَوْلِ الْيَهُوْدِ وَلَمْ يَعْنِ فِیْ اَدْبَارِهِنَّ یعنی یہودیوں کے خیال کے برخلاف مراد پروردگار یہ ہے کہ فرج میں خواہ آگے سے کرد یا پیچھے سے۔ خدا نے اس آیت سے مہر زمیں

کرنے کو مراد نہیں لیا ہے۔

۲۔ موثقہ معمر بن خلاد بسند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے مضمون اس کا بھی مثل صحیحہ معمر بن خلاد کے ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں اہل مدینہ کی جگہ پر اہل کتاب ہے اور مِنْ خَلْفِ اَوْ قُدَّامِ کی جگہ پر مِنْ قُبُلٍ اَوْ دُبُرٍ ہے اور لَمْ یَعْنِ فِی اَدْبَارِهِنَّ دونوں میں ہے۔ اور معنی دونوں حدیثوں کا ایک ہی ہے۔

صاحب جواہر علیہ الرحمہ نے ان دونوں حدیثوں کے متعلق ایک طویل مضمون تحریر فرمایا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان کی تحریر کا ٹکڑہ ٹکڑہ قولہ کرکے لکھا جائے اور ہر ایک کا جواب اقول کرکے۔

قولہ:۔ چوتھی حدیث (یعنی صحیحہ معمر بن خلاد) میں معصوم کی غرض آیت کی تفسیر کرنا ہے (یعنی اس حدیث کو ہمارے محل کلام سے کوئی تعلق نہیں ہے)

اقول:۔ بلکہ اس کو محل کلام سے تمام تر تعلق ہے اور اہل مدینہ کے فتوائے جواز کے بطلان کو بیان کرنا مقصود ہے۔ قولہ:۔ اس حدیث سے حرمت کو نکالنا خفاء سے خالی نہیں ہے کیونکہ اگر اس سے اس امر کو بیان کرنا مقصود ہے کہ شرمگاہ میں پیچھے سے کرنا جائز ہے تو اس صورت میں معصوم کا سوال بھی اسی سے ہوگا کہ اہل مدینہ اس طریقہ کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں اور اس بنا پر یہ حدیث محل کلام سے بے تعلق ہو جائیگی۔ اقول:۔ تفسیر میں اسی امر کو بیان کرنا مقصود ہے کہ فرج میں پیچھے سے کرنا جائز ہے لیکن اس کا لازم یہ نہیں ہے کہ سوال بھی اسی سے ہو بلکہ سوال سے درحقیقت مالک اور اتباع مالک کے خیال کا اظہار مقصود ہے اور تفسیر سے انکی رد اور تغلیط اور اس آیت کو دلیل جواز قرار دینے میں اشتباہ یا مخالفتِ خدا میں تعمد۔ علاوہ اس کے اتیان فی الاعجاز کا ظاہری معنی وطی دبر ہے نہ وطی

قبل پس پشت سے تاکہ یہ امر تسلیم کیا جاسکے کہ اس تعبیر سے معصوم نے پس پشت سے وطی قبل کو مراد لیا۔ اگر یہ معنی مراد ہو سکتا ہو تو مرفوعۂ ابن ابی یعفور میں بھی یہی احتمال پیدا کیا جائیگا جس کو مرحوم نے دلیل جواز قرار دیا ہے۔ پس وہ دلیل جواز باقی نہ رہیگی۔ رہا یہ سوال کہ اس بنا پر مرفوعہ میں مَا اُحِبُّ اَنْ تَفْعَلَهٗ کا معنی کیا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ معصوم نے اس صورت کو اس وجہ سے ناپسند کیا کہ یہ طریقہ جانوروں کی جفتی کا ہے۔ **قوله**: پہلی حدیث (یعنی صحیحہ معمر بن خلاد) میں جو اہل مدینہ کی طرف قول بجواز کی نسبت دیگئی ہے تو بعید نہیں ہے کہ اس نسبت میں راوی نے غلطی کی ہو کیونکہ مشہور یہ ہے کہ اہل سنت حرمت کے قائل ہیں۔ **اقول**: اہل مدینہ کیطرف قول بجواز کی نسبت صحیح ہے اور شہرت عدم جواز غلط جیساکہ شروع کتاب میں تفصیل بیان کیا گیا۔ **قوله**: ہاں اگر اہل مدینہ سے مقصود امام علیہ السلام اور اون کے اتباع ہوں تو ممکن ہے کہ امام نے اپنے سکوت سے اس نسبت کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا ہو اور اپنے بیان سے اس امر کو ظاہر کرنا چاہا ہو کہ اس آیت سے مخالفوں کا حرمت پر استدلال کرنا غلط ہے۔ پس اس صورت میں یہ حدیث جواز کی دلیل قرار پائیگی۔ **اقول**: یہ احتمال خلاف ظاہر اور محض بیجا تکلف ہے اور اہل مدینہ سے مالک اور اون کے اتباع کا مراد ہونا یقینی **قوله**: اگر دوسری حدیث (یعنی موثقہ معمر بن خلاد مندرجہ ۲) سے وطی دبر کے جواز کو بیان کرنا مقصود ہے تو یہ حدیث جواز کی دلیل ہوگی نہ حرمت کی۔ **اقول**: شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے تہذیب الاحکام کے باب زیادات میں اس موثقہ کو نقل فرمایا ہے اور سند اسکی معتبر ہے اور اس میں اور صحیحہ معمر میں فرق صرف یہ ہے کہ اس میں اہل مدینہ کی جگہ پر اہل کتاب ہے (جس سے مقصود وہی اہل مدینہ ہیں جو صحیحہ میں مراد لئے گئے ہیں) اور مِنْ خَلْفِ اَوْ قُدَّامٍ کی جگہ

بر مِنْ قُبُلِہَا اَوْ دُبُرِہَا ہے اور تفسیر صافی میں اس حدیث میں بھی مِنْ خَلْفِہَا اَوْ قُدَّامِہَا ہی مذکور ہے اور آخری جملہ یعنی لَمْ یَعْنِ فِیْ اَدْبَارِھِنَّ اس حدیث میں بھی صافی اور تہذیب الاحکام دونوں میں بصراحت مذکور ہے۔ پس ایسی صورت میں مِنْ قُبُلِہَا اور دُبُرِہَا سے جواز وطی دبر مراد لینا اور اس حدیث کو جواز کی دلیل قرار دینا نہایت عجیب ہے حالانکہ قبل کا حقیقی معنی آگا اور دُبر کا حقیقی معنی پیچھا ہے اور قبل کا استعمال شرم گاہ میں آگے ہونے کی وجہ سے یا تو بطور حقیقت کے اطلاق علی الفرد یا بطور مجاز کے استعمال فی الفرد۔ اسی طرح دبر کا استعمال سرین میں پیچھے ہونیکی وجہ سے یا تو حقیقت علی الفرد ہے یا مجازاً فی الفرد۔ بہرحال اس حدیث کو جواز کی دلیل قرار دینا م صاحب حدائق رح فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں نہ جواز کو بتاتی ہیں نہ عدم جواز کو۔ بلکہ موثقہ جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں مِنْ دُبُرِہَا مذکور ہے ہم کہتے ہیں کہ اولاً موثقہ میں لفظ قبل کا معنی آگے ہے اور لفظ دبر کا معنی پیچھے۔ پس اس حدیث کو خصوصاً جملہ لَمْ یَعْنِ فِیْ اَدْبَارِھِنَّ کے ہوتے ہوئے جواز کی دلیل قرار دینا صریح اشتباہ اور عدم تفحص وتحقیق کی دلیل ہے۔

اور دوسرے تامل صحیح شاہد ہے کہ اس حدیث کی دلالت عدم جواز پر بالکل بلا خدشہ ہے کیونکہ ہم شروع میں بیان کر آئے ہیں کہ اہل مدینہ مالک کے مقلد تھے اور اوسکو جائز جانتے تھے جیسا کہ اسی روایت میں معمر نے بھی بیان کیا ہے اور مالک حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام کے قبل گذر چکے تھے اور ان کا فتوےٰ مشہور ہو چکا تھا معصوم اس فتوا سے بے خبر نہ تھے اور یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ مالک کی بہترین دلیل جواز وطی دبر پر یہی آیت ہے۔ پس حضرت نے جو معمر سے ٹوک کر پوچھا اوس سے نہ تو حضرت کا مقصود یہ تھا کہ شانِ نزول کو بیان کریں اور نہ اس امر کو بیان کرنا

عدم جواز کی دلیل ہے

مقصود تھا کہ جائز جاننے والوں نے اس آیت کو دلیل جواز قرار دینے
میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ بصورت صحت فتوائے جواز شانِ نزول یا بیان صحت
وعدم صحتِ استدلال وہ بھی فریق مخالف کے حق میں معصوم کی نگاہ میں کوئی
اہمیت نہیں رکھتا علاوہ اسکے یہ سوال لغو ہوجاتا ہے کہ وہ لوگ اس
بارے میں کیا کہتے ہیں۔ لہذا حضرت کی غرض جملہ لَمْ يَعْنِ فِي أَدْبَارِهِنَّ
سے صرف اس امر کو ظاہر کرنا بھی کہ جواز کا فتوا غلط ہے کیونکہ لفظ لا باس
کو فقہاء اور محدثین جواز کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور چونکہ اہلسنت
اس مقام میں جواز کو عدم جواز کے مقابل میں لیتے ہیں۔ اس لئے جواز کی نفی
عدم جواز ہوگی۔ یا یوں کہا جائے کہ لا باس کی نفی باس کو ثابت کرتی ہے
اور باس کا معنی عذاب ہے اور عذاب فعل ناجائز کی سزا ہے پس
حضرتؑ کی غرض یہ ہے کہ وطی دبر ناجائز اور سبب عذاب ہے اور آئی
نِّسَآؤُکُمْ سے جواز کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور جب دلیل ہاتھ سے نکل
گئی تو دعوے بھی باطل ہوجائیگا۔ ہاں جابجا کلمات علماء کرام میں یہ بات
پائی جارہی ہے کہ باس کو ضرر خفیف کے معنی میں لیکر کراہت پر محمول کردیتے
ہیں لہذا یہاں بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ثبوت باس سے زیادہ سے زیادہ کراہت
ثابت ہوگی ہم کہتے ہیں کہ یہ خیال کلیۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ باس کا معنی
لغت میں عذاب اور ضرر ہے۔ اور قحط اور فقر اور بھوک اور سختی وغیرہ ضرر کی
فردیں ہیں اور یہ لفظ ان معانی میں قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے اور اس
امر کی تعیین نہیں ہوسکتی کہ آیا اس کا اصلی معنی عذاب ہے اور چونکہ عذاب بھی
ضرر کی بڑی فرد ہے اس لئے لفظ میں توسعہ کرکے ضرر کی ہر فرد میں مجازاً استعمال
کرلیا گیا ہے یا اس کا اصلی معنی ضرر ہے اور عذاب اسکی ایک فرد یا دونوں کے
لئے جداجدا معین کیا گیا ہے۔ پس جب کہ یہ لفظ مشترک ٹھہرا خواہ اشتراک

لغوی ہو یا لفظی اور بصورت اشتراک معنوی کے خواہ افراد ضرر کل اوسکی حقیقی فردیں ہوں یا بطور عموم مجاز کے بعض حقیقی اور بعض مجازی اور بصورت اشتراک لفظی کے خواہ کل معانی حقیقی لغوی ہوں یا بعض حقیقی اور بعض مجازی یا بعض حقیقی لغوی اور بعض حقیقی اصطلاحی یعنی منقول الیہ پھر ناقل خواہ شارع ہو یا عرف عام بہر حال لفظ مشترک کو بغیر کسی قوی قرینہ کے کسی خاص فرد یا خاص معنی میں استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔ بالخصوص ہمارے محل کلام میں اس کو کراہت اور ضرر خفیف پر محمول کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے درحالیکہ اصالت حرمت اور حکم عقل اور آیت قرآن مجید اور حدیثیں اس میں حرمت اور عذاب اخروی اور ضرر عظیم کو ظن غالب کی حد تک پہونچا رہی ہیں۔ دنیاوی ضرر محتمل سے بچنے کے لئے مکان کی دیوار کج ہوتے ہی اوس کو فوراً خالی کر دینا اور محتمل الضرر راہ کو چھوڑ کر محفوظ راستہ اختیار کرنا۔ جیسا کہ عقلاء میں جاری ہے اور ضرر مظنون اخروی میں اصالت برائت جاری کرنا خلاف انصاف ہے۔ حالانکہ ٹیڑھی دیوار بھی بشہادت وجدان برسوں کھڑی رہتی ہے۔ اور محتمل الضرر راستے سے بھی راہ گیر اکثر بسلامت گذر جاتے ہیں۔

۳۔ حدیث سدیر۔ اس روایت میں چونکہ ایک راوی درمیان یونس اور ایک مجہول شخص کے مردد واقع ہوا ہے۔ اس لئے اگرچہ اس کو صاف صاف معتبر نہیں کہہ سکتے لیکن صاف صاف غیر معتبر بھی نہیں کہہ سکتے اور روایت مجہول الراوی سے اس کا درجہ بلند ہے کیونکہ اگر راوی اس کے واقع میں یونس ہوں تو یہ صحیحہ قرار پائیگی۔ بہرحال حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کا مہر زیر کی امت پر حرام ہے۔" یہ حدیث تقیہ پر محمول کی گئی ہے مگر ابھی معلوم ہو چکا کہ تقیہ پر

محمول کرنا بے وجہ ہے۔

صاحب جواہر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے ہم عرض کرتے ہیں کہ بعد تسلیم ضعف اس کا اصل اور حکم عقل اور کتاب خدا اور ان اخبار عامہ اور خاصہ سے منجبر ہے جنکی سندیں معتبر ہیں اور باقی حدیثیں اسکی مؤید ہیں۔

۱۴ حدیث ہاشم بسند[۱] صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا لَا تَقْرِثْ (بصیغہ نہی جو حرمت پر دلالت کرتا ہے) علامہ فخر الدین طریحی علیہ الرحمہ اسکی شرح میں تحریر فرماتے ہیں لَا تَقْرِثْ اَیْ لَا تَاتِ مَوْضِعَ الْفَرْثِ یَعْنِیْ الدُّبُرَ یعنی پاخانہ کے مقام میں جماع نہ کرو۔

صاحب جواہر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث (اولاً ممانعت پر بصراحت دلالت نہیں کرتی۔ دوسرے نسخے اسکے مختلف ہیں تیسرے بعض نسخوں سے مراد ظاہر نہیں ہے۔ چوتھے بعض نسخے کراہت میں ظاہر ہیں۔

ہم عرض کرتے ہیں۔ جواب[۱] یہ ہے کہ لا تقرث بصیغہ نہی حرمت پر بصراحت دلالت کرتا ہے۔ جواب[۲] یہ ہے کہ اسکے مختلف نسخوں میں سے لا تقرث کی مرجح ایک تو فخر الدین طریحی علیہ الرحمہ کی تحریر ہے۔ مجمع البحرین میں اور دوسرے روایت ابن بکیر مندرجہ تہذیب الاحکام جسکی شرح میں لا تاتِ لکھا ہوا ہے جواب[۳] یہ ہے کہ لا تقرث کی دلالت میں کوئی خفا نہیں ہے اور اس کو بغیر کسی معتبر قرینہ کے کراہت پر محمول کرنا بے وجہ ہے

---

[۱] شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو بروایت احمد بن محمد بن عیسےٰ ہاشم اور ابن بکیر سے نقل کیا ہے اور سند ان کی احمد بن محمد بن عیسےٰ سے ہاشم تک صحیح ہے (علامہ حلی رہ) ۱۲ منہ

۵ حدیث علی ابن ابراہیم رح تفسیر میں جس کی سند صحیح ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اَنّٰی شِئْتُمْ سے مقصود مَتٰی شِئْتُمْ فِی الْفَرْجِ ہے یعنی جب چاہو کرو لیکن شرمگاہ میں علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرج کے مراد ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ خداوند عالم نے عورتوں کو کھیت فرمایا ہے اور عورتوں کے جسم میں کھیت فرج ہے جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

۶ روایت ابان بسند ضعیف حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وطی دبر کا مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ عورتیں تمہاری لعبہ یعنی کھلونا ہیں فَلَا تُؤْذُوْھَا (بصیغہ نہی جو حرمت کو بتاتا ہے) یعنی اونکو تکلیف نہ دو"

صاحب جواہر رح تحریر فرماتے ہیں کہ یہ روایت کراہت میں ظاہر ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ چونکہ درمیان لعبہ اور کراہت تکلیف کے کوئی ملازمہ نہیں ہے اور نہ درمیان لعبہ اور حرمت تکلیف کے کوئی منافات ہے۔ اس لئے اس نہی کو باوجود متعدد دلیلوں اور قوی قرائن حرمت کے کراہت پر محمول کرنا محض ناانصافی اور اصرار بے وجہ ہے۔

۷ روایت من لا یحضرہ الفقیہ ہے جس کو انھوں نے بغیر سند کے ذکر کیا ہے اور مطابق اسکے فتویٰ دیا ہے۔ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی عورتوں کا مبرز میری امت کے مردوں پر حرام ہے۔

۸ روایت تفسیر عیاشی بعض اصحاب سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَنّٰی شِئْتُمْ کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ خواہ آگے سے کرو یا پیچھے سے لیکن شرمگاہ میں۔

۹ روایت تفسیر عیاشی زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَنّٰی شِئْتُمْ کی تفسیر پوچھی تو فرمایا کہ شرمگاہ میں کرو۔

۱۰ روایت تفسیر عیاشی ابو بصیر نے انھیں حضرت سے عرض کیا کہ ایک شخص

وطی دبر کرتا ہے تو حضرت کو ناپسند آیا اور فرمایا کہ تم لوگ عورتوں کے وطی دبر سے
بچتے رہو اور فرمایا کہ اَنّٰی شِئْتُمْ سے اَیَّ سَاعَةٍ شِئْتُمْ مقصود ہے یعنی
جس وقت چاہو۔

۱۱ روایت تفسیر عیاشی ابوالفتح جرجانی نے حضرت امام رضا علیہ السلام
کی خدمت میں خط لکھا کہ ایک شخص وطی دبر کیا کرتا ہے تو حضرت نے
جواب دیا کہ عورت کھلونا ہے اوسکو اذیت نہ دیجائے اور وہ کھیت ہے
جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔

صاحب جواہر تحریر فرماتے ہیں کہ نصوص لعبہ یعنی یہ حدیث اور حدیث
۶ ایک تو ضعیف ہیں دوسرے کراہت میں ظاہر ہیں۔ ہم عرض کرتے
ہیں کہ ضعف ان کا اصل اور حکم عقل اور کتاب خدا اور احادیث معتبرہ عام
وخاص سے منجبر ہے اور جواب دوسرے اعتراض کا نمبر ۸ میں گذر چکا۔

۱۲ روایت تفسیر عیاشی بسند غیر معتبر زید بن ثابت صحابی نے بیان کیا کہ
ایک شخص نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا عورتوں کے
ساتھ وطی دبر کرسکتے ہیں فرمایا کہ کیسی ذلیل بات پوچھی خدا تجھے ذلیل کرے
کیا کلام پروردگار اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ
الْعٰلَمِیْنَ کو تو نے نہیں سنا ہے۔ یہ وہی تیسری آیت ہے جو آیتوں
کے بیان میں گذری لہذا اس کا معنی وغیرہ وہیں ملاحظہ ہو۔

تنبیہ ۱ راویوں کا حال تین صورتوں سے خالی نہیں ہے ایک
یہ کہ اونکا اعتبار معلوم ہے۔ دوسرے یہ کہ اونکی بے اعتباری
معلوم ہے۔ تیسرے یہ کہ غیر معلوم الحال ہیں۔ پس جس حدیث کے راویوں کا
اعتبار معلوم ہے وہ بے شبہ معتبر ہے اور جس حدیث کے راویوں میں ایک
بھی غیر معتبر ہو وہ بے شبہ غیر معتبر ہے[۱] ۔ اور جس حدیث کے راویوں میں

[۱] لفظ غیر معتبر گو مجہول الاعتبار کو بھی شامل ہے لیکن ہم نے مجہول الاعتبار کو ایک مستقل قسم قرار دیدی ہے ۱۲

ایک بھی غیر معلوم الحال ہو وہ اگرچہ معتبر نہیں کہی جاسکتی لیکن غیر معتبر بھی نہیں کہی جاسکتی۔ اس لئے اوس کا مرتبہ معتبر حدیث سے پست اور غیر معتبر سے بلند سمجھا جاتا ہے۔ پس حدیثوں کے تین درجے ہوئے پہلا درجہ معتبر کا دوسرا درجہ مجہول الاعتبار کا جس کو ہم نے بلفظ ضعیف تعبیر کیا ہے۔ تیسرا درجہ غیر معتبر کا ۔ ۲۔ محمد بن مسعود عیاشی علیہ الرحمہ اگرچہ خود بہت جلیل القدر اور معتبر تھے لیکن چونکہ غیر معتبر لوگوں سے بھی حدیثیں لیا کرتے تھے اس لئے انکی مذکورہ بالا روایتوں میں سے نمبر آٹھ سے گیارہ تک چار حدیثیں دوسرے درجہ میں قرار دی جائینگی کیونکہ ان روایتوں کی سندوں کو اونھوں نے ذکر نہیں کیا ہے۔ اور نمبر گیارہ کا آخری راوی یعنی زید غیر معتبر ہے اس لئے وہ حدیث غیر معتبر ہے ۔ ۳۔ اگر معتبر دلیلیں غیر معتبر دلیلوں کی تائید کرتی ہوں یعنی اصل مضمون میں اون کے موافق ہوں تو ان غیر معتبر دلیلوں کا مضمون بھی اعتبار کے حد تک پہونچ جاتا ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا گیارہ حدیثوں میں سے غیر معتبر حدیثوں کی تائید اور تقویت چونکہ وہ سات چیزیں کر رہی ہیں جن کو ہم احادیث شیعہ کے شروع بیان میں ذکر کر آئے ہیں لہذا ان غیر معتبر حدیثوں کا مضمون بھی لائق اعتبار ہو جائیگا اور جبکہ غیر معتبر حدیثیں لائق اعتبار ہو جائینگی تو مجہول الحال حدیثیں بدرجہ اولے۔

احادیث بطریق شیعہ حلت ۱۲۔ روایت علی بن حکم بسند ضعیف صفوان نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے ایک دوستدار نے ایک مسئلہ پوچھنے کو کہا ہے فرمایا وہ مسئلہ کیا ہے۔ عرض کیا وہ وطی دبر کرتا ہے فرمایا نعم ذلک لہ یعنی ہاں وہ کرسکتا ہے۔ صفوان نے دلصیغہ مفرد پوچھا و انت تفعل ذلک یعنی آپ اس کام کو کرتے ہیں تو حضرت نے دلصیغہ جمع فرمایا لا انا لا نفعل

ذلک یعنی نہیں ہم لوگ اس کام کو نہیں کرتے۔ اوّلاً یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ علی بن حکم مشترک ہے درمیان معتبر اور مجہول الحال کے۔ دوسرے بفرض صحت سند چونکہ اکثر علمار اہلسنت کے فتویٰ کے موافق ہے اس لئے تقیہ پر محمول کیجائیگی۔

تقیہ پر شاہد یہ ہے کہ حضرت امام موسے کاظمؑ کی شہادت کے بعد حضرت امام رضاؑ کے عہد میں ابن پسر ہارون رشید پندرہ سال تک زندہ رہا اور فقیہ کوفہ محمد بن ادریس امام شافعیہ اور قاضی بغداد یحییٰ بن اکثم حضرتؑ کے پورے عہد میں۔ اور عبداللہ بن مبارک اگرچہ حضرتؑ کی ولایت ظاہری سے دو سال قبل مر چکے تھے لیکن ان کا فتوائے جواز ہنوز زندہ تھا اور شروع کتاب میں گذر چکا کہ ان لوگوں میں سے شافعی جائز جانتے تھے اور باقی عمل بھی کرتے تھے اور اصل سائل بھی اس پر عامل تھا اور راوی اول یعنی صفوان بھی عراقی کوفی تھے۔ اور چونکہ ہر دوستدار خصوصاً سست عقیدہ رازداری کا مادہ نہیں رکھتا اس لئے اصل سائل کو اس عمل سے روک دینا تقیہ کے منافی تھا اور حکم واقعی کو ظاہر کر دینا بھی ضروری تھا۔ اسی وجہ سے اصل سائل کے جواب میں حضرت نے نعم (ہاں) پر اکتفا نہ کر کے بصیغہ مفرد ذلک لہ (وہ کر سکتا ہے) بھی فرما دیا۔ اور صفوان چونکہ جلیل القدر صحابی تھے اور اور رازداری کی اہلیت رکھتے تھے اس لئے اون کے سوال بصیغہ مفرد انت تفعل کے جواب میں حضرت نے صرف لا (نہیں) پر اکتفار نہ کر کے بصیغہ جمع انا لانفعل بھی فرما دیا تاکہ صفوان سمجھ جائیں کہ یہ فعل ناجائز ہی اس کو ہم اور ہمارے شیعہ نہیں کرتے۔ بلکہ گمان یہ ہے کہ اصل سائل سنی تھا اور حضرت اوسکو پہچانتے تھے اس لئے اوس نے خود سوال نہیں کیا اور صفوان پر اپنا تشیع ظاہر کر کے اونکو واسطہ قرار دیا۔

۲۔ روایت علی بن اسباط السند غیر معتبر ابن ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص اپنی عورت سے لواطہ کرتا ہے فرمایا لاباس اذا رضیت یعنی جبکہ عورت راضی ہو گئی ہے تو جائز ہے۔ عرض کیا پھر کلام پروردگار من حیث امرکم اللہ کے متعلق آپ کیا فرمائینگے فرمایا کہ یہ آیت طلب اولاد کے متعلق ہے پس اولاد اسی مقام سے طلب کرو جہاں سے خدا نے حکم دیا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم ایک تو یہ روایت غیر معتبر ہے کیونکہ علی بن اسباط فطحی مذہب تھے اور اصل سابق مذہب پر باقی رہنا ہے جب تک کہ ترک مذہب کا ثبوت یقینی نہ ہو اور صرف نجاشی رح کی گواہی حصول یقین کے لئے کافی نہیں ہے درحالیکہ کشی رہ کی صریح تحریر عدم ترک پر موجود ہے۔ دوسرے بفرض اعتبار سند موافقت اہلسنت کی وجہ سے تقیہ پر محمول کیجائیگی۔

تنبیہ :- اس روایت کا آخری حصہ اس امر کو صاف بتا رہا ہے کہ حیث امرکم اللہ اور انی شئتم سے مقصود صرف شرمگاہ ہے مبرز مقصود نہیں ہے اس لئے یہ حصہ ان دونوں آیتوں کی دلالت کا بہتر مؤید ہے خصوصاً صحت سند کے ثبوت اور تسلیم کے بعد۔

۳۔ روایت موسیٰ بن عبدالملک حسین بن علی بن یقطین سے کہتے ہیں کہ سألت الرضا عن اتیان الرجل المرأۃ من خلفها فقال احلتها اٰیة من کتاب اللہ قول لوط هٰؤلاء بناتی هن اطهر لکم و قد علم انهم لا یریدون الفرج یعنی میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے پوچھا کہ عورتوں کے پیچھے سے مقاربت کر سکتے ہیں یا نہیں تو آپ نے فرمایا اس کو حلال بتایا ہے۔ قرآن کی ایک آیت یعنی کلام حضرت

لوط علیہ السّلام نے کہ "میری یہ لڑکیاں تم لوگوں کے لئے حلال اور جائز ہیں"
حالانکہ حضرت لوطؑ جانتے تھے کہ یہ سب فرج کی خواہش نہیں رکھتے"۔
حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت لوطؑ نے عورتوں سے لواطہ کی اجازت
اپنی قوم کو دی اور خدا نے بھی اس کو تجویز کیا"۔ یہ روایت اول تو غیر معتبر ہے
کیونکہ موسیٰ بن عبدالملک سنی المذہب اور غیر معتبر ہے (لسان المیزان)
دوسرے دلالت اسکی ناقص ہے کیونکہ مقصود اس سے خلف (دبر)
کی حلیت کو ثابت کرنا ہے اور احلتھا کی ضمیر مونث خلف لفظ مذکر کیطرف
نہیں پھر سکتی بلکہ لفظ المرأۃ کیطرف پھرتی ہے۔ اس بنا پر معنی اس حدیث کا
یہ ہوگا کہ خدا نے عورتوں کو حلال کردیا ہے خواہ اونکی شرمگاہوں میں آگے سے
کرو یا پیچھے سے۔ اور حضرت لوط باوجودیکہ جانتے تھے کہ قوم اونکی فرج کی
خواہاں نہیں ہے لیکن عورتوں کی طرف متوجہ ہونیکا حکم اون تک پہونچادینا
اور آخری حجۃ تمام کردینا ضروری تھا۔ تیسرے تقیہ پر محمول ہے جسکی وجہ ظاہر
ہے اور شاید تقیہ کا ایہام کی غرض سے وقد علم انھم لا یریدون الفرج
کو اضافہ کرنا ہے۔ چوتھے مرد اور عورت دونوں سے لواطہ کی حرمت کا سبب
چونکہ ایک ہی ہے یعنی قطع نسل وغیرہ اس لئے بالکل خلاف عقل ہے کہ لوطؑ
نبی جس سبب سے کسی فعل کو منع کریں اوسی سبب کو اختیار کرنیکی اجازت
دیں اور خدا بھی اوسکو پسند کرے لہذا عقل سلیم یہ بتا رہی ہے کہ یہ روایت
موسیٰ بن عبدالملک کی خانہ ساز ہے۔ شاید اصل یہ ہے کہ صحیحہ یعقوب
بن شعیب میں حضرت امام جعفر صادقؑ اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے
ہیں کہ حضرت لوطؑ نے اپنی قوم سے عورتوں سے نکاح کرنے کو کہا تھا تاکہ نسل
کی ترقی ہو۔ پانچویں بفرض صحت دلالت وطی دبر کی حرمت حضرت سرور عالمؐ
کی امت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ صحیحہ سدیر اور روایت من لا یحضرہ میں

حضرت سرورعالمؐ نے علے امتی حرام فرمایا ہے مثل لا رھبانیۃ فی الاسلام کے یعنی اسلام میں رہبانیت جائز نہیں ہے (یعنی میری امت پر حرام ہے) اور سبب اس کا بھی وہی قطع النسل ہے جسکی ترقی کو حضرتؐ نے قیامت کے دن کے لئے اپنے مباہات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ۲۔ روایت معاویہ بن حکیم ابن ابی یعفور سے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وطی و بر کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا لا باس بہ یعنی جائز ہے۔" اس روایت کا اعتبار معلوم نہیں ہے کیونکہ معویہ بن حکیم کی وثاقت اور صحت مذہب دونوں میں اختلاف ہے کشی علیہ الرحمہ نے ان کو فطحی مذہب لکھا ہے اور ابن داوٗد علیہ الرحمہ نے ضعیف اور بفرض صحت سند تقیہ پر محمول کیجائیگی۔ نمبر۵ روایت برقی ابن ابی یعفور سے کہتے ہیں کہ میں نے معصومؑ سے وطی و بر کا مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا لَیْسَ بِہٖ بَاسٌ وَمَا اُحِبُّ اَنْ تَفْعَلَہٗ یعنی جائز ہے اور میں پسند نہیں کرتا کہ تم دشیہ، اس کام کو کرو"۔ اولاً تو یہ روایت مقطوع السند ہے دوسرے بفرض اعتبار تقیہ پر محمول کی جائیگی اور ما احب ان تفعلہ اس پر قوی قرینہ ہے۔ نمبر۶ روایت حسن بن علی بن فضال حماد بن عثمان سے (میں پسند نہیں کرتا کہ تم اسکو کرو) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا اور مجھ کو اوس نے خبر دیا جس نے حضرتؑ سے پوچھا تھا وطی و بر کے مسئلہ کو اور حضرت کے دولتسرا میں بہت سے لوگ تھے تو حضرتؑ نے بلند آواز سے فرمایا کہ فرمایا حضرت رسولخداؐ نے کہ جو شخص مملوک سے ایسا کام لینا چاہے جو اوسکی طاقت سے باہر ہو تو چاہیے کہ اوس کو بیچ ڈالے پھر لوگوں کی طرف نگاہ کیا اور میری طرف جھک کر فرمایا کہ لا باس بہ یعنی جائز ہے"۔ اولاً ایک تو یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اولاً حسن بن علی بن فضال خود فطحی مذہب تھے اور ثانیاً ممکن ہے کہ یہ بیان اوس کا ہو جس نے انکو خبر دی تھی، دوسرے بفرض اعتبار بظاہر یہ بیان اوس

مخبر کا ہے جس نے حماد سے بیان کیا تھا اور ممکن ہے کہ وہ سُنی رہا ہو جسکی
وجہ سے حضرت نے پوشیدہ الفاظ میں وہ بھی حضرت سرورِ عالم کی طرف نسبت
دیکر اسکی ناپسندیدگی کو ظاہر کردیا اور اوس سنی سائل سے اوسکے مذہب کے
مطابق تقیۃً حکم کو آہستہ بیان فرمایا اس لئے تقیہ پر محمول کیجائیگی اس قسم
کی حدیثیں بھی بہت ہیں جنمیں مخالف تقیہ یعنی واقعی حکم کے اظہار کو معصوم
نے ضروری سمجھکر یا حضرت سرورِ عالم کی طرف یا اپنے گذشتہ آباء کرام کیطرف
نسبت دیکر بیان فرمایا ہے۔ تیسرے بفرض صحت و دلالت یہ ایک روایت
حرمت کی متعدد دلیلوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

۷ روایت حفص ابن سوقہ اوس سے جس نے اون سے بیان کیا کہ
میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص
وطی دبر کیا کرتا ہے تو فرمایا کہ ھو احد المأتیین فیہ الغسل یعنی
دبر ایک ہے اون دو سوراخوں میں سے جن میں لوگ کیا کرتے ہیں ع۴
ایک تو اس روایت کا اعتبار معلوم نہیں کیونکہ حسین بن سعید اس کے پہلے
راوی ہیں اور اُن سے روایت کرنے والے بہت ہیں اور اس روایت کا راوی
معین نہیں ہے۔ دوسرے بفرض اعتبار سند اسمیں وطی دبر کے جواز و عدم
جواز کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ لفظ احد المأتیین سے اس کا جواز نکل سکتا
ہے کیونکہ اگر غرض یہ ہو کہ چونکہ ان دونوں راہوں کی اجازت دیگئی ہے
اس لئے اس میں غسل واجب ہے تو چاہیے کہ زانی اور زانیہ اور لواطہ میں فاعل
اور مفعول پر غسل واجب نہ ہو و اگر غرض یہ ہے کہ چونکہ مقاربت ع۵ جائز ہو
یا ناجائز تو پھر یہ روایت جواز کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ تیسرے تقیہ پر محمول
کیجائیگی کیونکہ حضرت نے صرف واقعہ یعنی اہلسنت کے عمل اور وجوب غسل کو بیان
کرکے سکوت کیا ہے۔ اور اصل سوال کا جواب مبہم رکھا ہے اور تقیہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے

ع۴ اسمیں کرنے سے غسل واجب ہے ۱۲ منہ۔ ع۵ کی دو راہوں میں سے ایک یہ بھی ہے اس لئے غسل واجب ہو خواہ مقاربت

چوتھے اسکی مخالف روایت نمبر ۹ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ غسل واجب نہیں ہے۔
صاحب جواہر اسکی تائید میں تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ احد المأتیین سے
مبرز اور شرمگاہ دونوں کا جملہ احکام میں مساوی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ہم عرض
کرتے ہیں کہ اگر غرض اس تحریر سے صرف احکام مذکورہ ذیل میں مساوات اور عدم مساوات
کو بیان کرنا ہے تو یہ ہمارے محل کلام سے خارج ہے اور اگر غرض یہ ہے کہ چونکہ
مبرز بعض احکام میں شرمگاہ کا مساوی ہے۔ اس لئے حکم جواز وطی میں بھی مساوی
ہونا چاہیئے تو یہ خیال مخدوش ہے کیونکہ اولاً یہ قیاس ہے جو ناجائز ہے
دوسرے لفظ احد المأتیین سے جواز وطی نہیں نکل سکتا کیونکہ اگر معصوم
کی غرض یہ ہو کہ چونکہ ان دونوں راہوں کی اجازت دیگئی ہے اس لئے
غسل واجب ہے تو علاوہ اسکے کہ روایت علی بن حکم مندرجہ ع۹ اس کی
معارض ہے جسمیں وجوب غسل کی نفی کی گئی ہے۔ چاہیئے کہ زانی اور
زانیہ اور لواطہ میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب نہ ہو۔ اور اگر غرض
یہ ہو کہ چونکہ مقاربت کی دو راہوں میں سے ایک مبرز بھی ہے اس لئے
غسل واجب ہے عام اس سے کہ مقاربت جائز ہو یا ناجائز تو اس
صورت میں یہ روایت جواز کی دلیل باقی نہیں رہتی۔ تیسرے بعض آثار
میں قبل اور دُبر کی مساوات اور اتحاد کو اتحادِ حکم جواز کی دلیل قرار دینا
بالکل بے وجہ ہے بلکہ کل احکام میں بھی مساوات کا ہونا اتحادِ حکم جواز کا
مقتضی نہیں ہو سکتا۔ اگر بعض احکام میں شرکت اور مساوات اتحادِ حکم کی
دلیل ہو سکتا ہو تو چونکہ لڑکوں کے ساتھ لواطہ کرنا بھی مثل وطی صحیح کے
موطوئہ کے محارم نسبی اور رضاعی کے واطی پر حرام ہو جانے کا سبب ہوتا
ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ جیسے وطی بعقد صحیح جائز ہے لواطہ بھی جائز ہو جائے
حالانکہ اس کو کوئی عاقل زبان پر نہیں لا سکتا۔ اسی طرح جنب اور حائض

میں بھی چونکہ اکثر احکام میں مساوات ہے اس لیے چاہیے کہ حکم مقاربت میں بھی مساوی اور متحد ہوں حالانکہ نہیں ہیں۔

۸۔ روایت محمد بن احمد بن یحییٰ یونس بن عمار سے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام یا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ میں نے اپنی لونڈی سے وطی دبر کیا پھر نذر کیا اگر پھر ایسا کام کروں تو ایک درہم صدقہ دوں گا اور یہ نذر مجھ پر گراں گذری تو حضرت نے فرمایا کہ صدقہ دینا تم پر لازم نہیں ہے اور تم کو اس کا حق حاصل ہے"۔ اول تو یہ روایت غیر معتبر ہے کیونکہ محمد بن احمد غیر معتبر راویوں سے حدیثیں لیا کرتے تھے اور مرسلہ روایتوں پر اعتماد کیا کرتے تھے اور روایتوں کے لینے میں بے پروائی کیا کرتے تھے اور عثمان بن عیسے واقفی تھے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا مال دبا لیا تھا جس کی وجہ سے حضرت امام رضا علیہ السلام ان پر غضب ناک ہو گئے تھے اگرچہ توبہ کیا لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس روایت کو توبہ کے بعد بیان کیا ہے یا پہلے۔ دوسرے یہ روایت تقیہ پر محمول کی جائیگی۔

۹۔ روایت علی بن حکم ایک شخص سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص روزہ دار عورت سے وطی دبر کرے تو نہ اس کا روزہ خراب ہوگا نہ اس پر غسل واجب ہے"۔ اول تو یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ علی بن حکم مشترک ہے درمیان معتبر اور مجہول الحال کے اور آخری راوی بھی مجہول الحال ہے۔ دوسرے اسمیں وطی دبر کا کوئی حکم مذکور نہیں ہے۔ تیسرے اسکی مخالف روایت نمبر ۲ ہے جس میں غسل کو واجب بتایا گیا ہے۔ نمبر ۱۰ روایت تفسیر عیاشی بن ابی یعفور سے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

وطی دُبر کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا لا باس بہ یعنی جائز ہے پھر آیت فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ کو پڑھکر أَنَّىٰ شِئْتُمْ کی تفسیر میں حیث شاء فرمایا یعنی جس جگہ چاہے"۔ ایک تو روایات حرمت کے آخر بیان میں گذر چکا کہ تفسیر عیاشی کی روائتیں ضعیف اور مجہول الاعتبار ہیں۔ دوسرے معمر بن خلاد کی صحیح حدیث میں گذر چکا کہ أَنَّىٰ شِئْتُمْ سے مبرز مقصود نہیں ہے (ملاحظہ ہو حدیث حرمت نمبر) اور تفسیر علی بن ابراہیمؒ کی صحیح حدیث میں گذر چکا کہ أَنَّىٰ شِئْتُمْ سے مقصود شرم گاہ ہے (دیکھو حدیث حرمت نمبر) تیسرے صاحب المنجد نے لکھا ہے کہ حَيْثُ ظَرْفُ مَكَانٍ وَتَرِدُ لِلزَّمَانِ أَيْضًا یعنی حیث ظرف مکان ہے اور زمانہ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اس بنا پر حکم جواز تقیئی ہوگا اور أَنَّىٰ شِئْتُمْ کا معنے بلفظ مشترک مبہم جب چاہو جس کو تفسیر علی بن ابراہیم والی روایت میں متی شئتم سے بیان فرمایا ہے اور خود تفسیر عیاشی میں بروایت ابوبصیر أَيَّ سَاعَةٍ شِئْتُمْ سے (ملاحظہ ہوں احادیث حرمت نمبر ۵ و ۱) چوتھے بفرض اعتبار سند وصحت دلالت تقیہ پر محمول کیجائیگی نمبر۱۱ روایت تفسیر عیاشی زرارہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے أَنَّىٰ شِئْتُمْ کی تفسیر میں حَيْثُ شَاءَ فرمایا یعنی جس جگہ چاہے"۔ ایک تو اس روایت کا اعتبار ثابت نہیں۔ دوسرے خود تفسیر عیاشی میں زرارہ ہی کی انھیں حضرت سے روایت ہے کہ أَنَّىٰ شِئْتُمْ کی تفسیر میں مِنْ قُبُلٍ فرمایا یعنی شرمگاہ میں کرو۔ اور تیسرا اور چوتھا جواب نمبر۱ کا اس پر بھی وارد ہوگا۔

نمبر۱۲ روایت تفسیر عیاشی عبدالرحمن بن حجاج سے کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وطی دبر کے متعلق فرمایا کہ اس کو سوا ایک

آیت یعنی اِنَّکُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَہۡوَۃً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ
کے کسی دوسری آیت نے جائز نہیں کیا۔" ایک تو یہ روایت ضعیف
ہے اور ضعف اس میں ایک تو عیاشی کیطرف سے آتا ہے دوسرے
عبدالرحمن بن حجاج کی طرف سے کیونکہ یہ روایت حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام منقول ہے اور عبدالرحمن بن حجاج حضرت ہوسے کاظم
علیہ السلام کے زمانہ تک کیسانی مذہب ہے اور اس روایت کو تبدیل
مذہب کے بعد بیان کرنا معلوم نہیں ہے۔ اور اصالت عدم بیان
تازمان بتدیل مذہب سے اس کا اعتبار ثابت کرنا اولاً اصل مثبت
ہے اور ثانیاً اصالت عدم بیان اصالت عدم تبدیل سے متعارض
ہوکر دونوں کے ساقط ہوجانے کے بعد دلیلِ اعتبار سے مورد
خالی ہوجائیگا اور عدم اعتبار کے لئے دلیلِ اعتبار سے خالی ہونا ہی کافی
ہے۔ دوسرے اوپر گذر چکا کہ وطی دبر کی اجازت دینا خداوند حکیم
کے لئے قبیح اور محال ہے۔ لہذا اس آیت سے یہ امر ہرگز مراد نہیں
ہوسکتا کہ تم لوگ مردوں کے سبزہ کو چھوڑکر عورتوں کے سبزہ کو مصرف
میں لاؤ۔ بلکہ اس آیت میں ایسے فعل کے اختیار کرنے پر مذمت کی گئی
ہے جو قطع نسل کا باعث ہے یعنی اختیار دبر۔ لہذا یہ حدیث عبدالرحمن
کی خانہ ساز ہے۔ تیسرے بفرض صحت دلالت تقیہ پر محمول کیجائیگی۔

حاصل کلام میری اس پوری تحریر کا حاصل یہ ہے کہ اہل سنت
میں وطی دبر کی اباحت بدون کراہت کے قائل زیادہ
ہیں۔ جنمیں ان کے پیشوایان دین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور فقہاء
اور محدثین سب داخل ہیں اور حرمت کے قائل یا کم ہیں یا بالکل نہیں ہیں۔
اور حلت کی دلیلیں بھی اون کے یہاں زیادہ ہیں اور حرمت کی کم اور ان پر عمل

بھی نہیں کرتے۔ اور شیعوں میں حرمت کے قائل قدما، زیادہ ہیں اور متاخرین کم اور کراہت شدیدہ کے قائل متاخرین زیادہ ہیں اور متقدمین کم اور بغیر کراہت کے اباحت کا قائل غالباً کوئی نہیں ہے۔ اور حرمت کی دلیلوں میں ایک اصالت حرمت ہے۔ دوسرے حکم عقل۔ تیسرے آیات قرآن مقدس۔ چوتھے بطرق شیعہ انتالیس حدیثیں جو ترپن سندوں سے منقول ہوئی ہیں اور اکثر کی سندیں معتبر ہیں اور دلالتیں بے خدشہ اور ان میں جو حدیثیں سنداً یا دلالۃً ضعیف ہیں اونکی تقویت اور تائید مذکورۂ بالا دلیلیں کرتی ہیں اور بطرق اہل سنت آٹھ حدیثیں ہیں اور جواز کی دلیل صرف چند حدیثیں ہیں۔ جن میں سے سندیں اکثر کی اور دلالتیں قریب قریب کل کی کمزور ہیں۔ اور متاخرین میں جواز کی شہرت ان کی جابر نہیں ہوسکتی کیونکہ ایک تو شہرت فتوائی کی حجیت محل کلام ہے۔ دوسرے بفرض حجیت بنا اس کا ایک تو یہی حدیثیں ہیں جن کی بے اعتباری معلوم ہوچکی اور دوسرے شہرتِ حرمت بین العامہ ہے جس کا بے اصل اور بے بنیاد ہونا معلوم ہوچکا اور بفرض اعتبار سند وصحت دلالت تقیہ پر محمول کیجائینگی کیونکہ اہلسنت کے مذہب کے موافق یہی حدیثیں ہیں نہ احادیث حرمت۔ جن حضرات نے احادیث حرمت کو تقیہ اور کراہت شدیدہ پر محمول کیا ہے اون کے محمول کرنے کا سبب تین چیزیں ہوئیں۔ ایک اس امر کی شہرت کہ اہلسنت میں حرمت کے قائل زیادہ ہیں لیکن ہم نے شروع میں کافی ثبوت اس امر کا دے دیا کہ یہ شہرت بالکل بے اصل ہے۔ دوسرے فتوائے ابوحنیفہ کے متعلق اوس عبارت کا ظاہری معنی جس کو ہم نے شروع کتاب میں شرح ہدایہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن خود اونھیں کے علماء

مذہب کے کلام سے معلوم ہوگیا کہ یہ فتوا اجنبی عورت اور اجنبی مرد کے ساتھ لواطہ کرنے کے متعلق ہے۔۔ بی بی اور غلام و لونڈی سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے اور ان لوگوں کی تحریر قطعاً حجت ہے کیونکہ اھل البیت ادری بمافی البیت اور اقرار العقلاء علی انفسھم جائز گھر والے گھر کی چیزوں کو دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں اور عقلاء کا اقرار اپنے حق میں مقبول ہے اور اسکے سوا کوئی دوسرا فتوا ابوحنیفہ کا بی بی سے لواطہ کرنے کے متعلق ان کی موجودہ معتبر کتابوں میں پایا نہیں گیا۔ تیسرے وہ چند حدیثیں جو اباحت کو بتاتی ہیں جو باوجود ضعف سند و دلالت کے تقیہ پر محمول کئے جانے کے لائق خود ہی ہیں۔ لہذا وطی دبر کی حرمت شیعہ اصول کے بنا پر قطعی اور بالکل بے اشکال ہے۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ کو حرمت کے متعلق صرف دو حدیثیں ملی تھیں ایک روایت سدیر دوسرے روایت ہاشم۔ چونکہ دونوں کی سندیں کمزور تھیں اور مضمون شہرت مذکورہ کے موافق تھا اس وجہ سے انھوں نے ان روایتوں کو تقیہ پر محمول کردیا اور متاخرین نے انکی پیروی کی۔

ناچیز

السید راحت حسین رضوی گوپال پوری

حسین آباد ضلع مونگیر

۱۴ / جمادی الثانیہ جمعہ

سنہ ۱۳۵۲ ہجری

فہرست مضامین کتاب انتصار